حدیثِ کساء
منظر و پس منظر
علامہ سید کاظم مہدی عروج (انڈیا)

حدیث کساء

منظر و پسِ منظر

مجموعہ تقاریر

حجۃ الاسلام علامہ سید کاظم مہدی عروج (انڈیا)

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

پیش کش

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون : 5425372

حدیث کساء

منظر و پسِ منظر

مجموعۂ تقاریر

حجۃ الاسلام علامہ سید کاظم مہدی عروج (انڈیا)

مرتب
مولانا ندیم عباس حیدری علوی

پیش کش
حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر
ادارہ منہاج الصالحین
جناح ٹاؤن' ٹھوکر نیاز بیگ' لاہور
فون : 5425372

کتاب	:	حدیث کساء: منظر و پسِ منظر
تقاریر	:	حجۃ الاسلام علاّمہ سید کاظم مہدی عروج (انڈیا)
مرتّب	:	مولانا ندیم عباس حیدری علوی
پیش کش	:	حجۃ الاسلام علاّمہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم
پروف ریڈنگ	:	غلام حبیب
اشاعت	:	مارچ 2010ء
صفحات	:	160
ہدیہ	:	135 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔غزنی سٹریٹ۔اُردو بازار۔لاہور

فون: 042-7225252 ، 0301-4575120

فہرست

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الْمُخَاطَبِ بِطٰهٰ
وَيٰسِيْنِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِ ذُنُوبِنَا وَحَبِيْبِ قُلُوْبِنَا
وَطَبِيْبِ نُفُوْسِنَا مَوْلَانَا اَبِى القَاسِمِ مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ
الْمُنْتَجَبِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ
عَلٰى اَعْدَائِهِمْ وَغَاصِبِى حُقُوقِهِمْ اَجْمَعِيْنَ
مِن يَوْمِنَا هٰذَا اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ
اَمَّابَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
فِى كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَاَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ!

حدیث کساء مشہور کو اولاً شیخ جلیل فخر الدین طریحی نجفی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب منتخب میں نقل فرمایا ہے۔ حدیث کساء چند اجزاء ترتیبی پر مشتمل ہے لیکن تمام تر اجزاء ثقہ اور معتبر ترین احادیث سے ماخوذ ہیں۔ ان کی صحت وسند یقینی ہے۔

شیعہ سُنّی علماء اور محدثین نے باسناد معتبرہ حدیث کساء کو روایت کیا:

- حدیث کساء بطریق شیعہ امامیہ ۳۴ مرتبہ اور بطریق اہلِ سنت ۴۱ مرتبہ روایت کی گئی ہے۔
- کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو درپردہ حدیث کساء کو مذہب شیعہ سے ایک حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا ضروری اور واجب جانتے ہیں۔ وہ مختلف حربے استعمال کرکے اسے منظرعام سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
- حقیقت میں حدیث کساء کو اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ پوری کائنات مملکت الٰہیہ کی آخری سرحد تک ذرّے سے آفتاب، ستارے سے مہتاب کائنات کی ہر چیز وہ آلِ محمدؐ کے صدقے میں خلق ہوئی ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ اتنی حسین کائنات جن کے صدقے میں خلق ہوئی ہے وہ کیسے ارفع و اعلیٰ ہوں گے۔

یہ حدیث خود بتا رہی ہے کہ نہ ملائکہ ہوتے، نہ زمین ہوتی، نہ آسمان ہوتا، نہ پہاڑ، نہ شمس و قمر، نہ بحر و بر، نہ ہوا، نہ دریا، نہ سمندر، نہ عرش، نہ فرش بلکہ چاند نابینا ہو جاتا، سورج اپنی بینائی کھو دیتا، اگر یہ پانچ تن نہ ہوتے۔ یہ کائنات کے موجد ہیں۔

جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

نَحْنُ صَنَائِعُ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ صَنَائِعُ لَنَا

''ہم (چودہ) وہ ہیں جنھیں اللہ نے بنایا ہے اس کے بعد جتنی مخلوق ہے وہ ہماری ہی وجہ سے خلق ہوئی''۔

صحیفۃ الابرار، جلد۲، آیت اللہ العظمٰی مرزا محمد تقی مامقانی علیہ الرحمہ اور ''پرواز درِ ملکوت'' میں سرکار علامہ خمینی علیہ الرحمہ نے صادق آلِ محمدؐ سے ایک جملہ نقل فرمایا۔ سرکار فرماتے ہیں:

لَنَا مَعَ اللّٰهِ حَالَاتٌ هُوَ نَحْنُ وَنَحْنُ هُوَ هُوَ هُوَ نَحْنُ نَحْنُ

''ہمارے اللہ کے ساتھ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کبھی ہم وہ بن جاتے ہیں کبھی وہ ہم ہو جاتا ہے''۔

اب ہم بطور سند چند روایات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

کتب اہلِ سنت والجماعت

① صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابہ، باب فضائل اہلِ بیت، جز السابعہ، ص ۱۳۰ ② ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۸۸، الفصل السادس ③ مستدرک علی الصحیحین ④ مسند احمد بن حنبل ⑤ نزل الابرار محمد بن معتمد خاں ⑥ دُرِ منثور جلال الدین سیوطی ⑦ استیعاب فی معرفت الاصحاب ابن عبدالرب ⑧ ینابیع المودۃ ⑨ صحیح ترمذی ⑩ اشعۃ اللمعات

⑪ نورالابصار ⑫ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی ⑬ مشکوٰۃ المصابیح ⑭ صواعق المحرقہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں بہت سی کتب موجود ہیں جن میں حدیث کساء کو روایت کیا گیا ہے اور اس کے مختلف اجزاء مندرجہ بالا کتب میں مذکور ہیں۔

آثارِ حدیث کساء

- اس کی تلاوت سے اثر دعا جلد ظاہر ہوتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے قبولیتِ دعا کی ضمانت دی ہے۔
- حدیث کساء کی تلاوت میں خیر و برکت ہے۔
- حدیث کساء کی تلاوت میں صحت و سلامتی ہے کیونکہ آنحضرتؐ کو خداوند متعال نے اس کی خبر دی ہے۔
- حدیث کساء کی تلاوت سے سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت جناب امیرؑ نے فوزِ عظیم ہونے کی تائید کی ہے جو کہ سعادۃ ابدی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے محبوں اور شیعوں دونوں کو فوزِ عظیم اور بخشش کی خوش خبری دی ہے۔
- حدیث کساء کی تلاوت کرنے والا مرگِ مفاجات سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ یا علیؑ مدد کہنے سے گرتا ہوا انسان سنبھل جاتا ہے۔
- حدیث کی تلاوت میں بیماروں کے لیے شفاء ہے، خود زبانِ رسالت گواہ ہے: فَقَالَ يَافَاطِمَةُ اِنِّيْ لَاَجِدُ فِيْ بَدَنِيْ ضُعْفًا "اے میری پارہ جگر فاطمہؑ میں اپنے بدن رسالت میں نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔ حق تو یہ تھا کہ اپنی بیویوں کے پاس جاتے۔ ایسے حالات میں بیوی زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے مگر آئے سیدھے بیٹی کے دروازے پر۔ دنیا والوں کو بتایا جب کوئی حاجت یا

بیماری ہو، اسی دروازہ پر آتا جہاں میں رسولؐ ہونے کی حیثیت سے جاتا ہوں۔

- سعد بن وقاص اور جناب عبداللہ بن جعفر طیار سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ سرکارؐ نے فرمایا: ادعولی ادعولی "میرے پاس بلاؤ، میرے پاس بلاؤ"۔ جناب اُم المومنین حضرت صفیہؓ نے کہا: مَنْ یَارَسُوْلَ اللهِ حضورؐ کسے بلائیں؟ قَالَ اَهْلِ بَیْتِیْ عَلِیًّا وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔
- زیرِ کساء ان حضرات کا جانا ذہن ملکوتی میں بھی نہ آسکا۔ جیسا کہ جبرئیلؑ نازل ہوا اور یوں پوچھا: یَارَبِّ مَنْ تَحْتَ الْکِسَآءِ "پروردگار! یہ زیرِ کساء کون ہیں؟ ہر روز آنے جانے والے فرشتے کو پوچھنا پڑ گیا یہ کون ہیں۔ یہ ڈیڑھ گز کے مصلّے پر بیٹھ کر لوگوں کی جیب صاف کرنے والا کیا جانتا ہے کہ آلِ محمدؐ کیا ہیں؟

	یَا	رَبِّ	وَمَنْ	تَحْتَ	آلِ	کِسَآءِ
اعداد:	۱۱ +	۲۰۲ +	۹۶ +	۸۰۸ +	۳۱ +	۸۱

مجموعہ: ۱۲۲۹ جمل صغیر ۹ + ۲ + ۲ + ۱ = ۱۴ اور جمل اصغر ۴ + ۱ = ۵

اس وقت پانچ ہی ہستیاں زیرِ چادر تھیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے جبرئیلؑ سوال کرکے، زبانِ قدرت سے صاحبانِ کساء کی تعداد مقرر بتلانا چاہتا تھا۔ یوں سمجھ لیں باطناً ۱۴، ظاہراً ۵۔

اسی پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا:

اَهْلَ الْبَیْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنَ الرِّسَالَةِ

"یہ اہلِ بیتؑ ہیں یہ رسالت کی کان ہیں"۔

هُمْ فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوْهَا

وہ کان رسالت ایک فاطمہؑ ہے۔ ایک ان کے باباؐ، ایک فاطمہؑ ہے، ایک اس

کا شوہر ایک فاطمہؑ ہے، گیارہ اس کے بیٹے، یہ "بنوھا" جمع کا صیغہ ہے اور جناب سیدہؑ کو وسیلہ معرفت آل محمدؐ قرار دیا۔ جناب سیدہؑ کو "زہراؑ" اس لیے کہتے تھے جب نمازِ مغرب کے لیے بی بی کھڑی ہوتی تو چہرۂ انور کے نور سے زمین و آسمان منور ہو جاتے۔

نیز جناب سیدہؑ کا ایک نام "بتول عذرا" بھی ہے۔ بتول اسے کہتے ہیں جس نے عورتوں والا سرخ پسینہ نہ دیکھا ہو۔

ابھی تعارفی جملہ میں حضورؐ نے فرمایا: هُمْ فَاطِمَةُ

هُمْ کو دیکھئے: ھ + م

۵ + ۴۰ ۴۵ جمل صغیر ۵ + ۴ = ۹

۹ کا عدد طاق ہے۔ یہ اشارہ ہے امام حسینؑ کی اولاد کی طرف کہ ۹ بیٹے اولادِ حسینؑ سے امام ہوں گے وہ شامل کساء ہیں اور بذاتہ جنابِ فاطمہؑ کے اعداد بھی ۱۳۵ ہیں جن کا جمل صغیر ۵ + ۳ + ۱ = ۹ ہے اور ۹ عدد لافانی ہے۔

سوال: یہاں پر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ ان اصحاب کساء میں چھٹا جبرئیلؑ کیوں داخل ہوا؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ جبرئیلؑ ان میں شامل نہیں کیونکہ حضورؐ کی زبان سے جو لفظ ملتے ہیں وہ یہ ہیں:

اِلَّا فِیْ مَحَبَّةِ هٰؤُلَآءِ الْخَمْسَةِ الَّذِیْنَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَآءِ

یہ پوری تخلیق کائنات ان پانچ برگزیدہ ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے جو اس کساء میں داخل ہیں۔ یہی اہلِ بیتؑ ہیں، یہی رسالت کی کان ہیں۔ جبرئیلؑ کے ہونے کے باوجود رسول اللہؐ نے یہ نہیں کہا کہ ان چھ برگزیدہ ہستیوں کی محبت کی وجہ سے کائنات کو خلق کیا گیا۔

جبرئیلؑ کی حیثیت صرف اور صرف ایک قاصد ایک نوکر کی تھی۔ ظاہر ہے اچھے اور بااعتماد نوکر گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ آج کل اہلِ سنت والجماعت کی ایک تفسیر ''تفسیر رفاعی'' کے نام سے قرآن کا ترجمہ ہوا ہے جس میں حاشیہ پر صاف صاف انھوں نے لکھا ہے کہ آیت تطہیر اور اہلِ بیت محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ۔ یہ اہلِ بیت ہیں۔ ان ہی کے متعلق آیت تطہیر نازل ہوئی ہے۔

رسولِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ دَارِیْ وَدَارَ عَلِیِّ وَفَاطِمَۃَ وَاحِدٌ عِنْدَنَا فِیْ مَکَانٍ اَحَدٌ

''یعنی میرا مکان اور علیؑ و فاطمہؑ کا مکان ایک ہی ہے۔ یہی وحدت مکانیہ ہے'' ـــــ حتیٰ کہ اُم المومنین جناب اُم سلمہؓ نے داخل ہونا چاہا۔ حضورؐ نے فرمایا: سلمہ! تم خیر پر ہو مگر یہ جگہ تمھاری نہیں ہے''۔

جہاں یہ حدیث تلاوت کی جاتی ہے ملائکہ اس مکان کو حصار میں لے لیتے ہیں۔ دعائیں مستجاب ہوتی ہیں، مشکلیں حل ہو جاتی ہیں، پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، عقیدے کو جلاء ملتی ہے، عاقبت بخیر ہوتی ہے، آلِ محمدؐ خوش ہوتے ہیں۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ مولا کریم بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ مرتب اور ناشر محترم کی تمام پریشانیاں، بیماریاں، مسائل اور مصائب دور فرمائے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

ندیم عباس حیدری علوی

مجلس اوّل

- اجتماعیت میں جو قوت ہے، شاید اسی قوت کے اظہار کے لیے اللہ نے ایک اجتماع چادر کے نیچے کیا، ایک اجتماع مباہلے میں کیا۔
- "اے اہلِ بیتؑ! بے شک اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ سب کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔
- یہ صرف اس لیے کیا گیا کہ کسی طرح ہم اہلِ بیتؑ کو اپنے جیسا بنالیں۔
- اس نے کہا: حضور! وہ تو تناقض قرآن پر کتاب لکھ رہا ہے کہ قرآن میں تضاد بہت ہے۔
- جو طہارت و عصمت اہلِ بیتؑ کے قائل ہیں انھیں سیدھا راستہ مل گیا۔
- جب انسان کچھ نقصان کر چکا ہوتا ہے تب اسے اس کی عقل یاد دلائی جاتی ہے۔
- تم نے توراۃ کو ضائع کر دیا، زبور کو ضائع کر دیا، انجیل کو ضائع کر دیا، اب ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے شاید اب تمھیں کچھ عقل آئے۔
- اب جہاں اہلِ بیتؑ جائیں گے وہاں خود بخود طہارت جائے گی، کیونکہ پابندی رجس پر ہے۔ اہلِ بیتؑ پر نہیں ہے
- امام حسینؑ جس زمین کی طرف گامزن ہیں، آج پہلی تاریخ میں، وہ زمین ابھی کرب و بلا ہے۔
- وہ کوفہ، جس نے کبھی وفا نہ کی۔

مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

یہ عزاخانہ، جس کی یہ پہلی مجلس ہے یقیناً دل کی تطہیر کے لیے ہے محبت اہلِ بیتؑ، زبان کی تطہیر کے لیے ہے ذکر اہلِ بیتؑ اور مکان کی تطہیر کے لیے ہے تذکرۂ اہلِ بیتؑ ــــ (صلواۃ)

کسی بھی مکان، کسی بھی تجارت، یا کسی بھی اہم امر کا آغاز جب ہوتا ہے تو محبانِ اہلِ بیتؑ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حدیث کساء سے اس کا آغاز کرتے ہیں، اسی لیے مَیں نے اس عشرے کا عنوان رکھا ہے: "حدیث کساء، منظر اور پس منظر"۔

ان شاء اللہ اس سلسلے میں آپ سے گفتگو اسی موضوع پر رہے گی۔

یقیناً لائق مبارکباد ہیں وہ لوگ کہ جنھوں نے اس کی تعمیر کی، اور اللہ کی اور اہلِ بیتؑ کی نگاہ میں اپنے درجات کو بلند کیا، اللہ ان کی کاوش کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔

اور وہ لوگ بھی لائق مبارکباد ہیں کہ جنھوں نے ان کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے یہاں شرکت کی اور یہ بھی اتنا بڑا تعاون ہے جتنا بڑا تعاون اس کی تعمیر کا ہے،

اہتمام کا ہے کیونکہ اجتماعیت میں جو قوت ہے۔

جملہ یقیناً رائیگاں نہیں جائے گا کیونکہ مَیں لاہور میں پڑھ رہا ہوں۔

اجتماعیت میں جو قوت ہے، شاید اسی قوت کے اظہار کے لیے اللہ نے ایک اجتماع چادر کے نیچے کیا، ایک اجتماع مباہلے میں کیا ـــــ (نعرۂ حیدری)

ہمیشہ اس کا خیال رکھیے کہ اجتماعیت پیدا ہو ہماری زندگی کے ہر امر میں۔

عزیزو ـــــ!

یہ آیت کہ جسے میں نے عنوانِ کلام قرار دیا، پہلی مجلس ہے۔ تھوڑی سی تمہید، بہت تمہید کا عادی بھی نہیں ہوں۔

آیۂ تطہیر کے نام سے یہ آیت جانی جاتی ہے جسے ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے، ارشاد رب العزت ہو رہا ہے:

"اے اہلِ بیتؑ! بے شک اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ سب کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔

اور اسی آیۂ کریمہ کی شانِ نزول کو حدیث کساء کہتے ہیں۔ ہر آیت کی ایک شانِ نزول ہے، شانِ نزول کیا ہے؟

عزیزانِ محترم ـــــ!

کسی بھی آیت کا جس موقعیت یا واقعیت کے تحت نزول ہوتا ہے اسی کو شانِ نزول کہتے ہیں۔ اب وہ بیان کہ یہ سفر کی آیت ہے، حضر کی آیت ہے، خلوت کی آیت ہے، جلوت کی ہے، صحابہ کے لیے ہے، اہلِ بیتؑ کے لیے ہے، احکام کی ہے، یا اللہ نبیؐ سے خطاب کر کے کوئی واقعۂ عبرت سنا رہا ہے، تو اس کی جو بھی گفتگو ہو وہی گفتگو شانِ نزول کہلاتی ہے۔ جس اہتمام سے آیۂ تطہیر آئی ہے اس اہتمام سے قرآن کی کوئی آیت نہیں آئی، جس اہتمام سے آیۂ تطہیر کا نزول ہے اس اہتمام سے

کسی اور آیت کا نزول نہیں ہے۔

اور عزیزو۔۔۔!

حدیث کساء کے مقابلے میں کسی بھی حدیث کو یا کسی بھی شے کو لے آنا، یہ یقیناً لاعلمی ہے، کم علمی نہیں کہوں گا۔

دیکھیے۔۔۔!

بہت سا علم بھی رکھنے والا ممکن ہے کہ کوئی بات نہ جانتا ہو۔ اسی لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ لاعلمی ہے، کم علمی نہیں ہے۔ علم بہت ہوگا لیکن وہ نہیں جانتا ہوگا۔ وہ بات جس سے یہ حدیث کساء کا مقابلہ یا اس کے تقابل میں کوئی شے لائی جائے۔

اتنی عظیم الشان یہ حدیث ہے، اتنی برکتوں والی حدیث ہے کہ جس شان کی کوئی حدیث نہیں، اور یہ حدیث کساء آیۂ تطہیر کی شانِ نزول ہے۔

آیۂ تطہیر، جس میں پروردگارِ عالم نے اہلِ بیتؑ اطہار کی طہارت کی ضمانت لی ہے۔

عزیزانِ محترم۔۔۔!

اہلِ بیتؑ کے حوالے سے، جب بھی کوئی بات سامنے آتی ہے تو اس میں کئی معانی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ارشاد ہوا:

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔

کہیں ترجمہ یہ کر دیا گیا:

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کو پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے"۔

مترجم نے صرف ایک verb میں تبدیلی کی، بقیہ پورا جملہ ویسا ہی ہے۔

دیکھئے ــــ!

منزلِ توجہ ہے عزیزانِ محترم!

صرف ایک verb میں، ایک فعل میں تبدیلی کی اور بقیہ پورا جملہ اسی شان سے رکھ دیا کہ روانی میں پڑھنے والا محسوس ہی نہ کر سکے کہ ہوا کیا؟

توجہ ہے ــــ؟!

''اہلِ بیتؑ! اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے''۔

ترجمہ یہ کر دیا گیا:

''آپ کو پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے''۔

رکھنا اور کرنا صرف ایک verb کی تبدیلی ہے، مگر معنی کہاں سے کہاں پہنچا دیا گیا۔

''پاک رکھے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتِ پاک ہے۔ اس کے تحفظ کی ضمانت لی جارہی ہے اور جب کہہ دیا گیا پاک کرے تو اس کے آگے کے لفظ تو میں زبان پر جاری بھی نہیں کر سکتا۔

یہ ''پاک کرے'' اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ وہ ذات جس کے لیے کرنے کا فعل استعمال کیا جارہا ہے، کیا وہ ذات کی مستحق تھی کہ وہ پاک کی جائے؟ معنی کہاں سے کہاں پہنچا دیا گیا۔

''پاک رکھے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات پاک ہے۔ اس کے تحفظ کی ضمانت لی جارہی ہے اور جب کہہ دیا گیا: ''پاک کرے'' تو اس کے آگے کے لفظ تو میں زبان پر جاری بھی نہیں کر سکتا۔

یہ ''پاک کرے'' اس کا کیا مطلب ہے کہ وہ ذات جس کے لیے کرنے کا

فعل استعمال کیا جا رہا ہے، کیا وہ ذات اس کی مستحق تھی کہ وہ پاک کی جائے؟ معنی کہاں سے کہاں پہنچا دیا گیا۔

بس ــــــ!

یہ صرف اس لیے کیا گیا کہ کسی طرح ہم اہلِ بیتؑ کو اپنے جیسا بنا لیں۔ اہلِ بیتؑ کے جیسے تو نہیں بن سکتے، لہٰذا کوشش یہ ہے کہ فضائل میں لفظوں ہی کی ہیرا پھیری سے۔

بھئی ــــــ!

اس سے مناسب لفظ نہیں ہو سکتا تھا، میں نے تبدیلی نہیں کہا ہے حالانکہ کہہ سکتا تھا۔

بھئی ــــــ!

تبدیلی وہاں میں بولوں کہ جہاں تبدیل کرنے کا حق ہو، اسی لیے میں نے نہیں کہا کہ لفظوں کی تبدیلی کی ہے۔ میں نے عرض کیا: لفظوں کی ہیرا پھیری کی گئی ہے، تاکہ اہلِ بیتؑ کو اپنے جیسا ظاہر کیا جا سکے۔

مگر یقین جانئے ــــــ!

میں نے جب دونوں نظریات کا مطالعہ کیا تو دونوں باتیں ٹھیک لگیں۔ "پاک رکھے" یہ بھی اچھا لگا، یہ تو حق ہے مگر "پاک کرے" بھی مجھے ٹھیک معلوم ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی مترجم کا جب ایک دوسرا ترجمہ دیکھا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ جس کا مترجم نے یہ ترجمہ کیا۔

دیکھئے ــــــ!

بات ترجمہ پہ ہی ہوگی کیونکہ ہم آپ، اہلِ زبان نہیں ہیں اس لیے بات ترجمہ پہ ہوگی اور اگر بات اہلِ زبان کی بھی ہو تو ادبی بحث چھیڑنے کا وقت نہیں ہے۔

عزیزو ___!

جو عربی بولتے تھے انھیں بھی قرآن سیدھے سے سمجھ میں نہ آیا۔ (صلواۃ)
تناقض قرآن پر باقاعدہ ایک مفکر کتاب لکھنے بیٹھ گیا کہ قرآن میں تناقض بہت، تضاد بہت ہے اور وہ کتاب لکھنے لگا تو اس کا ایک شاگرد امامؑ کا چاہنے والا بھی تھا۔ امامؑ کے پاس آیا تو امامؑ نے اس سے پوچھا: تیرا استاد آج کل کیا کر رہا ہے؟
اس نے کہا: حضور! وہ تو تناقض قرآن پر کتاب لکھ رہا ہے کہ قرآن میں تضاد بہت ہے۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا:

''جا کے ایک بات کہہ دینا، اور وہ یہ کہ جو تو سمجھ رہا ہے کیا آیت نازل کرنے والے نے اسی معنی میں آیت نازل کی ہے؟''

اور جب جا کر اس نے استاد سے یہ بات کی تو اس نے قلم روک دیا۔

دیکھئے ___!

دونوں عربی دان ہیں اور بات قرآن ہی کی ہے۔ قرآن بھی عربی میں ہے؛ کتاب بھی عربی میں ہی لکھی جارہی ہے، ایک ہی زبان کا مسئلہ ہے۔
تو یہ بات کہی تو استاد نے یہ کہا: بھئی! یہ بات تیرے دماغ کی معلوم نہیں ہوتی۔
کہا: نہیں سرکار! میں ہی یہ بات آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ ایسا نہیں کہ آپ کی؟
کہا: دیکھ، میں تیرا استاد ہوں، میں خوب جانتا ہوں کہ تیرے پاس عقل کتنی ہے، بس! یہ بتا دے کہ بات کہی کس نے ہے؟
اس نے کہا: یہ بات چشم و چراغ اہلِ بیتؑ امام سے یہ نسخہ مجھے ملا۔ (صلواۃ)

تو اس نے فوراً وہ پوری کتاب جلا دی، جب بھی بچایا ہے قرآن کو تو اہلِ بیتؑ نے بچایا ہے ــــ (صلواۃ)

تو میں گزارش کر رہا تھا کہ "پاک رکھے" یہ بھی ترجمہ کیا گیا اور "پاک کرے" یہ بھی ترجمہ کیا گیا۔

مجھے دونوں ترجمے پسند آئے، اسی لیے دونوں مترجموں کے ہمیں دو ترجمے اسی کام کے حوالے سے ایک جگہ اور ملے، جس نے یہ ترجمہ کیا:

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کو پاک رکھے"۔

اس نے ترجمہ کیا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورۂ فاتحہ)

"ہمیں سیدھے راستے پر گامزن رکھ"۔

بھئی ــــ!

"گامزن رکھ" کا مطلب یہ ہے کہ گامزن ہے۔ اسی راستے پر گامزن رکھنے کی ضمانت اللہ سے چاہتا ہے مگر جس نے ترجمہ کیا کہ "ہمیں سیدھے راستے پر گامزن کر"۔

یہ وہی ہے جس نے ترجمہ کیا۔

"اہلِ بیتؑ! اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کو پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے"۔

یعنی جس نے اہلِ بیتؑ کے پاک کرنے کی بات کی اس نے ترجمہ کیا۔

"سیدھا راستہ بتا دے، دکھا دے، گامزن کر دے"۔

بات سمجھ میں آ گئی ــــ!؟

جو طہارت و عصمت اہلِ بیتؑ کے قائل ہیں انھیں سیدھا راستہ مل گیا۔ (نعرۂ حیدری)

بس ــــــ!

دعا یہ ہے "پالنے والے! آخری سانس تک اسی راستے پر گامزن رکھ"۔

مگر جو طہارت اہلِ بیتؑ کے بنیادی طور پر قائل ہی نہیں ہیں وہ بھی زندگی کی آخری سانس تک جستجو میں رہیں گے کہ سیدھا راستہ دکھا دے۔

خدا کی قسم! کیا بے بسی ہے، اس بے بسی کو ملاحظہ فرمالیں:

دیکھئے ــــــ!

ایک وہ شخص، کبھی کبھی مثالیں اس لیے نہیں دی جاتیں کہ اس کی وضاحت کی جائے بلکہ اس لیے دی جاتی ہیں تاکہ معنی کا لطف اٹھایا جا سکے۔

تو بھئی ــــــ!

اس لیے میں عرض کروں کہ کوئی ایک شخص گلی میں گھوم رہا ہو اور وہ یہ پوچھے:

بھئی! میڈیکل سٹور کہاں ہے؟

تو چونکہ نہیں معلوم ہے کہ کس جگہ پر ہے، پوچھ رہا ہے تو ایک جستجو اس کی ہے، کتنا بے کس و بے بس وہ ہے جو میڈیکل سٹور ہی پہ کھڑا ہو اور کہے کہ میڈیکل سٹور کہاں ہے؟ ــــــ (نعرۂ حیدری)

بھئی توجہ ہے ــــــ!

کیا بے کسی و بے بسی ہے، رو بہ قبلہ ہے، باوضو ہے، مصلّے پر ہے، قربۃً الی اللہ کی نیت ہے، اور اب کہہ رہا ہے: "سیدھا راستہ دکھا دے"۔ (صلواۃ)

"اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے اے اہلِ بیتؑ!"

اور کیا لفظیں ہیں خدا کی قسم!

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

مسلسل جو ترجمہ مَیں کر رہا تھا وہ صرف verb کے حوالے سے کر رہا تھا، مکمل ترجمہ یہ نہیں ہے۔

بے شک اِنَّمَا اور اِنَّ یہ دو لفظ بولے جاتے ہیں عربی میں بے شک کے معنی میں، یقینی بنانے کے معنی میں، مگر دو لفظ کیوں تھے؟ ایک اِنَّ ہی کافی تھا۔

یہ عربی زبان ہے، یہ بڑی نزاکتیں رکھتی ہے، اپنی گفتگو میں بڑی وسعتِ معنی رکھتی ہے۔

عزیزانِ محترم ــــ!

وسعتِ معنی کو عربی کی اگر سمجھنا ہے تو ذرا سورۂ زخرف کی ابتدائی آیات پڑھیں آپ، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

"بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا کہ شاید تمھیں کچھ عقل آئے"۔ (سورۂ زخرف، آیہ ۳)

اس کا اگر مَیں ترجمہ کروں اُردو میں تو یوں کہہ سکتا ہوں کہ "ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم کچھ سوچو"۔

جب بڑا چھوٹے کو بولتا ہے تو یہ لہجہ ہوتا ہے، شاید تمھیں کچھ عقل آ جائے۔

توجہ ہے ــــ!

عزیزانِ محترم!

یہ لہجہ لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

بچہ دس کا نوٹ لے کر گیا، چلا آیا، کیا ہوا؟ گم ہوگیا پیسہ، پتہ نہیں کہاں گر گیا۔ کہاں رکھا تھا، ہاتھ میں لیے تھے، بے وقوف آدمی! ہاتھ میں پیسہ لے کر نہیں جانا چاہیے۔ لو یہ دوسرا نوٹ لو، یہ جیب میں رکھو، دکان پہ جب پہنچ جانا تب یہ پیسہ

نکالنا، اور دکاندار کے ہاتھ میں دے دینا، اس سے کہنا فلاں چیز چاہیے۔

دوسرا پیسہ دیا، اب تنبیہہ کی، شاید اب تمھیں عقل آ جائے۔

دیکھئے ــــــ!

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

کس پس منظر پر بولا جاتا ہے؟ ''شاید تمہیں کچھ عقل آ جائے''۔

یعنی جب انسان کچھ نقصان کر چکا ہوتا ہے تب اسے اس کی عقل یاد دلائی جاتی ہے۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

بہت تاریخ ساز جملہ دے رہا ہوں عزیزو!

قرآن کہہ رہا ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

تم نے تورات کو ضائع کر دیا، زبور کو ضائع کر دیا، انجیل کو ضائع کر دیا، اب ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے شاید اب تمھیں کچھ عقل آئے۔ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ محترم ــــــ!

تو بڑی نزاکتیں ہیں، اب بات آ گئی ہے تو ایک جملہ آپ کے سر دست دیتا ہوا چلوں:

''ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تمھیں کچھ عقل آئے''۔

اس وقت اور زبانیں بھی تھیں، صرف عربی ہی پوری دنیا میں نہیں بولی جا رہی تھی، یہ کہنا کہ ہم نے عربی میں نازل کیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف دعوت ہے، میں چاہتا تو کسی زبان میں نازل کر سکتا تھا، مگر میں نے عربی ہی کو کیوں منتخب کیا؟

اس لیے کہ اس وقت جب قرآن زمین پر نازل ہو رہا تھا، اس وقت دوسری

کوئی زبان ایسی روئے زمین پر نہیں تھی جو وسعتِ معنیٰ مشیت ایزدی کو اپنے اندر سمو سکے، سوائے اس زبان عربی کے۔

اور اس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے، جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت ارتقاء کائنات زیرو پوائنٹ پر تھی، آج ارتقاء کائنات اس سے ہزار گنا آگے ہے۔

توجہ ہے ــــــ!

تو ارتقاء کائنات زیرو پوائنٹ سے ہزار گنا آگے پہنچ گئی، مگر قرآن میں نہ آیت بڑھائی، نہ سورہ بڑھایا۔ وہی ایک سو چودہ سورہ، وہی ساڑھے چھے ہزار آیات، مگر اسی قرآن سے اُس وقت کا انسان بھی جواب پاتا تھا، اس وقت کا انسان بھی جواب پاتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

یہ وسعت ہے ــــــ! تو اب میں عرض کروں:

تو عزیزانِ محترم ــــــ!

قرآنِ مجید، جو وسعتِ معنیٰ رکھتا ہے، یہی اس کا کمال ہے، یہ اس کی معراج ہے، کیونکہ کلامِ الٰہی ہے۔

تو بات یہاں تک آ گئی تھی کہ دو لفظ ہیں عربی زبان میں: ایک لفظ ہے: اِنَّ اور ایک لفظ ہے: اِنَّمَا۔

اِنَّ بھی یقینی بنانے کے لیے بولا جاتا ہے اور اِنَّمَا بھی یقینی بنانے کے لیے بولا جاتا ہے، دونوں کے معنیٰ ہیں: "بے شک"۔

اب یہی عربی اور اُردو میں فرق ہے۔ اُردو ایک "بے شک" بول کر کام چلا لیتی ہے لیکن عربی بڑی احتیاط سے گفتگو کرتی ہے۔

اگر اِنَّ ہے تو یقینی بنانے کے لیے ہی اِنَّ ہے، مگر وہ اپنے غیر کا انکار نہیں کرتا، مگر اِنَّمَا دلیلِ حصر ہے، یعنی اِنَّمَا جہاں بولا جائے وہ اپنے غیر کا منکر ہو جاتا

کوئی زبان ایسی روئے زمین پر نہیں تھی جو وسعتِ معنیٔ مشیت ایزدی کو اپنے اندر سمو سکے، سوائے اس زبان عربی کے۔

اور اس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے، جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت ارتقاءِ کائنات زیرو پوائنٹ پر تھی، آج ارتقاءِ کائنات اس سے ہزار گنا آگے ہے۔

توجہ ہے ــــــ!

تو ارتقاءِ کائنات زیرو پوائنٹ سے ہزار گنا آگے پہنچ گئی، مگر قرآن میں نہ آیت بڑھائی، نہ سورہ بڑھایا۔ وہی ایک سو چودہ سورہ، وہی ساڑھے چھ ہزار آیات، مگر اسی قرآن سے اُس وقت کا انسان بھی جواب پاتا تھا، اس وقت کا انسان بھی جواب پاتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

یہ وسعت ہے ــــــ! تو اب میں عرض کروں:

تو عزیزانِ محترم ــــــ!

قرآنِ مجید، جو وسعتِ معنی رکھتا ہے، یہی اس کا کمال ہے، یہ اس کی معراج ہے، کیونکہ کلامِ الٰہی ہے۔

تو بات یہاں تک آ گئی تھی کہ دو لفظ ہیں عربی زبان میں: ایک لفظ ہے: اِنَّ اور ایک لفظ ہے: اِنَّمَا۔

اِنَّ بھی یقینی بنانے کے لیے بولا جاتا ہے اور اِنَّمَا بھی یقینی بنانے کے لیے بولا جاتا ہے، دونوں کے معنی ہیں: "بے شک"۔

اب یہیں عربی اور اُردو میں فرق ہے۔ اُردو ایک "بے شک" بول کر کام چلا لیتی ہے لیکن عربی بڑی احتیاط سے گفتگو کرتی ہے۔

اگر اِنَّ ہے تو یقینی بنانے کے لیے ہی اِنَّ ہے، مگر وہ اپنے غیر کا انکار نہیں کرتا، مگر اِنَّمَا دلیلِ حصر ہے، یعنی اِنَّمَا جہاں بولا جائے وہ اپنے غیر کا منکر ہو جاتا

ہے۔ جیسے میں نے یہ کہا "بے شک اسلام پورہ میں یہ امام باڑہ ہے"۔

اگر یہ بات اِنَّ کے حوالے سے کی ہے تو امام باڑہ ہے یہ تحقیق ہے کوئی اور نہیں ہے۔ اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اور بھی امام باڑے ہوں گے، لیکن جب بھی بات اِنَّمَا کے حوالے سے کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس امام بارگاہ کے علاوہ کوئی امام بارگاہ نہیں ہے تو آیۂ تطہیر اِنَّ سے شروع نہیں ہوئی ہے۔ دلیلِ حصر اِنَّمَا سے شروع ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

"اے اہلِ بیتؑ! بے شک اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ سب کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔

تو اب پاک اہلِ بیتؑ ہیں، اب ان کا غیر کوئی نہیں ہے۔ (نعرۂ حیدری)

طہارت کے حوالے سے اور جگہوں پر بھی آیتیں ہیں۔ مسائل کی دنیا میں، جو قرآن کے مسائل کے ابواب ہیں، پانی کی طہارت کا اعلان ہے، اشیاء کی طہارت کا اعلان ہے، مگر جہاں اہلِ بیتؑ کی طہارت کا اعلان ہے وہاں سب سے قیمتی تاکید اِنَّمَا کے علاوہ ایک تعدیہ عَن ہے۔

عَنكُمُ الرِّجْسَ

دیکھئے ــــــ!

مستقل ترجمہ کر رہا ہوں۔

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔

یہ ترجمہ میں خود تناقض کر رہا ہوں، کیوں کہ مشہور یہی روزمرہ میں ترجمہ ہے،

مگر جب ہم آیت کے حوالے سے گفتگو کریں گے تو اس میں قیمتی بات جو ہے وہ ہے

عَنْ کا تعدیہ۔

عَنْكُمُ الرِّجْسَ

"اللہ کا یہ ارادہ کہ آپ کو پاک رکھے"۔

اس سے پہلے یہ ہے: "رجس کو دُور رکھے"۔

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

"اللہ کا یہ بھی ارادہ ہے کہ آپ کو پاک رکھے"۔

اور "یہ بھی ارادہ ہے کہ رجس کو آپ سے دُور رکھے"۔

بھئی توجہ ____!

ایک ہے: عَنْكُمُ الرِّجْسَ

دوسرا ہے: وَيُطَهِّرَكُمْ

بھئی ____!

جنھوں نے "پاک کرے" ترجمہ کیا انھوں نے "عن" کے تعدیہ پہ نظر ہی نہیں کی، یا اسے چھپانے کی کوشش کی۔

بھئی ____!

جب اللہ نے یہ کہہ دیا، پہلے آپ سے رجس کو، برائیوں کو، گناہوں کو، کدورتوں کو، کمیوں کو، نواقص کو آپ سے دُور رکھے، تو جب نقص و کمیاں، گناہ دُور ہو گئے، تو پھر پاک کرنا کیا معنیٰ؟ (نعرۂ حیدری)

بھئی توجہ ہے ____!

نفس کو، ذات کو تبھی تو پاک کیا جائے گا جب اس میں رجس ہو، گناہ ہو، کمیاں ہوں، نعوذ باللہ لغزشیں ہوں، یہ ہوں تو پاک کیا جائے۔ اب جو بچا وہ تطہیر، لیکن جب

اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے رجس کو دور رکھا تو پھر پاک کرنا کیا معنی، کبھی نجس تھے ہی نہیں، کبھی رجس والے تھے ہی نہیں، کبھی کمیوں والے تھے ہی نہیں، کبھی لغزشوں والے تھے ہی نہیں، تو جب تھے ہی نہیں، تو پاک تھے، پاک رکھنا مسئلہ ہے۔

توجہ ہے ___!

"پاک رکھا، جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔

اور عزیزو ___!

خدا کی قسم! کیا لطافتیں ہیں، اللہ کہہ رہا ہے، ہم نے رجس کو، کمیوں کو، گناہوں کو، نقص کو، لغزشوں کو آپ سے دُور رکھا۔

دیکھئے ___!

یہ رومال ہے، میں نے اسے جیب میں رکھا تاکہ یہ نجس نہ ہونے پائے۔ ہم نے رومال کو بچایا، ہم نے رومال کو نہیں ہٹایا۔ آنے والی کثافتوں کو دُور کر دیا، پابندی کس پر لگی؟ کثافتوں پہ لگائی، لیکن اگر رومال اُٹھا کر رکھا تو کثافتیں آزاد کی گئی ہیں۔

ہم نے رومال کو بچایا، قرآن کہہ رہا ہے ___ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

اہلِ بیتؑ کے باب میں، رجس پر پابندی ہے۔ اہلِ بیتؑ پر پابندی نہیں ہے، یہی تو تعدیہ کا مزہ ہے۔ (صلوات)

اب جہاں اہلِ بیتؑ جائیں گے وہاں خود بخود طہارت جائے گی، کیونکہ پابندی رجس پر ہے۔ اہلِ بیتؑ پر نہیں ہے ___ (صلوات)

یہ اہلِ بیتؑ ہیں عزیزو ___!

آیۂ تطہیر پر میں نے آج بحث کر لی، کیونکہ میرا موضوع وہی ہے: "حدیث منظر اور پس منظر"۔ آج کی بحث آیت پر اس لیے ضروری تھی کہ اب ہر دن جو بات آئے گی، آپ کو اس کا لطف آتا رہے گا۔

اہلِ بیتؑ پاک و پاکیزہ یہ جہاں جائیں وہاں طہارت و پاکیزگیاں آتی ہیں۔

ذکرِ مصائب! (شہادت حضرت مسلم ابنِ عقیل علیہ السلام)

امام حسینؑ جس زمین کی طرف گامزن ہیں، آج پہلی تاریخ مین، وہ زمین ابھی کرب و بلا ہے، مگر جب امام حسینؑ اس زمین پر پہنچ جائیں گے تو وہ زمین خاکِ شفاء ہو جائے گی۔

عزیزو ـــــــ!

ابھی امام حسینؑ تو کربلا پہنچے بھی نہیں ہیں۔ امام حسینؑ دو محرم کو وارِدِ کربلا ہوں گے، پھر یہ فرشِ عزا یکم محرم کو کیوں بچھ گئی؟ اس لیے کہ امام حسینؑ سوئے کربلا ایک بڑا غم لے کر جا رہے ہیں۔ وہ اپنے چہیتے بھائی حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کا غم، امام حسینؑ زمینِ کربلا پر پہنچے ہیں تو غم سے زیرِ بار ہو کے پہنچے ہیں۔

کیسا بھائی ـــــــ!؟

عزیزو!

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کا وجود تاریخ کے قلم فروختہ راویوں کا مسلّم جواب ہے جنھوں نے کردارِ عقیلؑ کو داغ دار کرنے کی کوشش کی کہ جنابِ عقیلؑ نے امیر شام کے ہاں حاضری دی یا اس سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اِن سب کا جواب ہے ذاتِ حضرت مسلمؑ ابن عقیل۔

جنابِ مسلمؑ ابن عقیل کو امام حسینؑ نے اپنا سفیر اس شان سے بنا کر بھیجا تھا کہ یہ کہا تھا: تمھاری بیعت ہماری بیعت ہے۔

ایسے مرحلے میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں: ایک یہ کہ جو بیعت لینے جا رہا

ہے، امامؑ کی طرف سے، وہ صاحبِ علم ہو، تا کہ جو جواب دے، وہ جواب ایسا نہ ہو جو منافیٔ مرضیٔ امامت ہو۔ اس طرح جنابِ مسلمؑ کے علم پر امامؑ کو اتنا بھروسہ اور یقین تھا کہ اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، جاؤ میرے نام کی بیعت لو۔

اور دوسری چیز شجاعت، کیونکہ جانے کیسے حالات ہوں گے، یکتا وتنہا ہے، کوئی فوج ساتھ نہیں جا رہی ہے۔

ہاں! اگر ساتھ کوئی ہے بھی تو دو نونہال بچے ہیں، جو ایک بہادر کے لیے خود ایک امتحان ہوتے ہیں۔

جنابِ مسلمؑ آئے، یہ استقبالِ عزا کے حوالے سے ذکرِ مسلمؑ ہوتا ہے۔ میں عشرہ کا آغاز اسی ذکر سے کرتا ہوں۔

جنابِ مسلمؑ صاحبِ علم اتنے کہ امامت کو بھروسہ ہے۔ شجاعت کے اعتبار سے امام حسینؑ کو جنابِ مسلمؑ کے بازوؤں پر اتنا ناز تھا کہ یکتا وتنہا اس کوفے میں بھیجا ہے، جس کا پورا تجربہ امام حسینؑ کے پاس ہے۔ کتنا اس غازی پہ بھروسہ ہوگا رشتے کے اعتبار سے۔ جنابِ عباسؑ کی بہن جنابِ مسلمؑ کی بیاہی۔

امام حسینؑ کا سفر ہی کتنا نازک ہوگیا کہ جنابِ مسلمؑ کے دو بچے اور جنابِ مسلمؑ کی زوجہ جو جنابِ غازیؑ کی بہن ہیں، امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہیں۔

امام حسینؑ کے قافلے کے ساتھ بہن بھی ہے، اور دو بھانجے بھی ہیں۔ دو بھانجے جنابِ مسلمؑ کے ساتھ ہیں جو کوفہ میں ہیں۔ ایسے میں اگر خبر آئے، مسلمؑ کو گھیرا جا چکا ہے تو اللہ جانے امام حسینؑ پہ کیا گزر رہی ہوگی۔

اگر محسوس کر سکتے ہو تو عزیزو! رونے کے لیے ایک فقرہ کافی ہے کہ وہ جنابِ عباسؑ کی سگی بہن ہیں، جو جنابِ مسلمؑ کی زوجہ ہیں۔ بہن ساتھ ہے، دو بھانجے ساتھ ہیں، دو بھانجے اور بہنوئی کوفہ میں ہیں۔ ایسے میں خود عباسؑ کو روکنا کتنا بڑا مرحلہ ہے

امامت کے لیے۔ جب کہ کوفہ چند قدم پر ہے۔

امام حسینؑ اس امتحان سے گزرتے ہوئے کربلا کی طرف گامزن ہیں۔ اُدھر جنابِ مسلمؑ ابنِ عقیلؑ، کوفہ میں ہیں۔ وہ کوفہ، جس نے کبھی وفا نہ کی، ایک وقت وہ، جب ابنِ زیاد نہیں آیا تھا، ایک وقت وہ کہ جب صفوں پہ صفیں ہیں، اور جنابِ مسلمؑ نماز پڑھا رہے ہیں، ابنِ زیاد کے آنے کے بعد، جو پلٹ کے دیکھا تو جنابِ مسلمؑ کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔

ایک خط امام حسینؑ کو بھیج دیا، آقا! کوفہ پہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک جنابِ مسلمؑ کا خط پہنچے۔ یہاں پر جنابِ مسلمؑ گھیرے جاچکے۔ ابنِ زیاد نے ہر طرف لشکر پھیلا دیے۔ جنابِ مسلمؑ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں اپنے کو چھپا کر رکھوں اور میرا میزبان زخمی ہوجائے، لہٰذا تلوار لی اور باہر آگئے۔

میدانِ جنگ میں جنگ آسان ہوتی ہے اس لیے کہ حریف دُور تک نظر آتا ہے۔ اس کا میمنہ، میسرہ، قلب لشکر سامنے ہوتا ہے۔ مگر شہر کے گلی کوچوں میں جنگ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

میں کہوں گا کربلا والو____!

آپ کی شجاعتوں کو سلام، مگر آکر ذرا مسلمؑ کی بہادری کو دیکھیں، کوفے کی تنگ گلیاں، آگے بھی فوجیں، پیچھے بھی فوجیں، چھتوں پر سے پتھر پھینکے جارہے ہیں، تنہا مسلمؑ ہے جو جنگ کررہا ہے۔ اس کے باوجود کسی میں یہ ہمت نہ ہوسکی کہ وہ جنابِ مسلمؑ کو گرفتار کرسکے۔

سپاہ سالار نے ابنِ زیاد سے فوج منگوالی تو ابنِ زیاد نے کہا: ایک مسلمؑ کے لیے فوجوں پہ فوجیں منگوا رہا ہے۔

تو سپہ سالار نے جواب دیا: تو نے کیا سمجھا ہے کہ کوفہ کے کسی معمولی دکاندار

سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے؟

ارے! یہ بنو ہاشم کا جوان ہے، اور فوجیں بھیجی۔ اور مزید فوجیں بھیجی گئیں۔

عزیزو ـــــــــ!

یہی تجربہ تھا جب ایک مسلمؑ کے لیے، جو تنہا ہو، اتنی فوجیں ناکافی ہیں تو وہ کربلا جس میں عباسؑ ہو، علی اکبرؑ ہو، قاسمؑ ہو، عونؑ و محمدؑ ہوں۔

دو حصہ فوجیں بھی آئیں مگر وہ کامیاب نہ ہوسکیں۔ تو ظالموں نے یہ دھوکہ دیا کہ ان گلیوں میں ایک گڑھا نظر آیا، اس کو خس و خاشاک سے بھر دیا اور جنگ کے حوالے سے جنابِ مسلمؑ کو اسی راستے پر بڑھنے کا موقع دیا۔ جنابِ مسلمؑ اسی گڑھے میں گر گئے۔ تو نیزے والے جمع ہوگئے۔ سر پر نیزے کی برچھیاں، اور وہ تنہا مسلمؑ شیر کی طرح بپھر رہا تھا۔ یہاں تک کہ غش کھا کر گر گیا۔

اب جنابِ مسلمؑ کو گرفتار کیا گیا، ابنِ زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ کسی نے کہا: تم نے امیر کو سلام نہیں کیا؟

جنابِ مسلمؑ نے آواز دی: کون امیر؟ کیسا امیر؟ میرا امیر تو حسینؑ ابن علیؑ ہے جو اسی کوفے کی سمت آرہا ہے۔ کوئی غیرت دار اس میں ایسا نہیں ہے جو میرا سلام میرے آقا حسینؑ کو پہنچا دے اور جنابِ مسلمؑ کو شہید کر دیا گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس دوم

- ہمارا عقیدہ صرف معصومؑ کے اقوال پر ترتیب پاتا ہے۔
- اُمت کو اصرار ہے کہ اہلِ بیتؑ رسولؐ میں ازواجِ رسولؐ ضرور شامل کی جائیں۔
- صادق و امین نے، جنابِ جابرؓ کو صادق و امین مانا۔
- جابرؓ! میں تمہیں ایک امانت دیتا ہوں، میرا سلام، میرے ہم نام، میرے پوتے محمد باقرؑ کو پہنچا دینا۔
- حافظہ تو حافظہ، زندگی کی کیا ضمانت ہے؟
- بینائی تو ہے نہیں میں آہٹوں سے محسوس کروں گا، اسی لیے کہ یہ کُلُّنَا محمد والے ایک جیسی آہٹ بھی رکھتے ہیں۔
- اس لیے منتخب کیا کہ پہلے زائر سید الشہداءؑ بھی جنابِ جابرؓ ہی ہونے والے ہیں۔
- جب میرا خون اس زمین پر گرے گا تو کربلا خاکِ شفا ہو جائے گی۔
- امام حسینؑ نے وہ زمینِ کربلا خرید لی۔
- بھیا! میں نے سنا ہے آپ زمین خرید رہے ہیں؟ مگر بھیا! یہ زمین علی اکبرؑ کے لیے خریدیے گا۔ میں علی اکبرؑ کی شادی رچاؤں گی۔

مجلسِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ۳۳)

عزیزانِ گرامی!

ماہِ محرم کی یہ دوسری مجلس ہے، اور اس عزاخانے کا ایک تاریخ ساز پہلا عشرہ، جس میں ہمیں بھی یہ افتخار حاصل ہے کہ اس پہلے عشرے کی، اس سلسلے کی مجلس پڑھنے کا موقع مولاؑ نے مجھے فراہم کیا اور آپ کی ذات بھی ایک یادگار ہوگی کہ آپ اس کا ذکر کرسکیں کہ اس کا پہلا عشرہ جو ہوا تب سے میں شرکت کر رہا ہوں، تو یہ ایک تاریخ بن گئی ہے۔

اور میں نے اسی مناسبت سے دو لفظ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر نیک امر کی ابتدا چونکہ حدیث کساء سے کرنے کا مومنین کا طریقہ ہے۔ تو میں نے اسی مناسبت سے پہلے عشرے کا موضوع حدیث کساء اور اس کا پس منظر رکھا۔

اور اس مناسبت سے آج یہ دوسری مجلس ہے۔ کل میں نے آیۂ تطہیر کے الفاظ سے گفتگو کی تھی۔ آیۂ تطہیر کے شانِ نزول کو ہی حدیث کساء کہتے ہیں۔ جس پس منظر میں اور جس ماحول کے تحت جو آیت نازل ہوتی ہے اس کے سارے بیان کو شانِ نزول کہتے ہیں اور اسی کے حوالے سے چونکہ ایک موقع ایک خاص پس منظر اور

ایک ماحولیات کے تحت جو آیۂ تطہیر نازل ہوئی اس کے مکمل بیان کو حدیث کساء کہتے ہیں۔

آیۂ تطہیر، جو اہلِ بیت اطہارؑ کی طہارت کو بیان کرتی ہے، اس آیت کی شانِ نزول کو صحیح مسلم، ترمذی، مستدرک میں کئی طریقوں سے روایت کیا گیا ہے۔

جس میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ بھی راوی ہیں جس میں حضرت عائشہ بھی راوی ہیں جس میں حضرت جابرؓ سے بھی روایت ہے۔

یہ حدیث کساء جو ہمارے یہاں پڑھی جاتی ہے یہ علامہ طریحی ہے جو معصومۂ عالم کے طرق سے جنابِ جابرؓ سے نقل کی ہے، وہ درج ہے۔

جتنی حدیث کساء بھی ان صحاح ستہ کی کتابوں میں درج ہے اس میں آپ دیکھیں گے کہ چند باتیں مشترک ہیں۔

حدیث کساء کیا ہے؟ اور حدیث کیا ہے؟

حدیث کہتے ہیں بیان کو، ذکر کو، تقریر کو۔ ہم جو بیان کر رہے ہیں یہ بھی اگر لغت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حدیث ہے۔

آپ اس کے جواب میں جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں تعریفاً، توصیفاً، یہ بھی حدیث ہے، لیکن جب یہ اصطلاح شرعی میں جاتی ہے تو دو نظریے ہیں: ایک غیر فقہ جعفری کا نظریہ، اُن کا نظریہ یہ ہے کہ رسولؐ، ولی، صحابہ اور تابعین سب کا بیان حدیث ہے۔

توجہ رہے ــــــ!

لیکن فقہ جعفری میں جو اصولِ حدیث تسلیم کیا گیا اس میں صرف امامؑ اور نبیؐ کا ذکر ہی حدیث ہے۔ جو وہ بیان کریں وہ حدیث ہے۔ ہم ایسے ویسوں کے ذکر پر عقیدہ نہیں بناتے۔ ہمارا عقیدہ صرف معصومؑ کے اقوال پر ترتیب پاتا ہے۔

تو اب یہ حدیث جو حدیث کساء ہے، ہم جس سلسلے سے گفتگو کرتے ہیں، یہ جنابِ جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے ہے۔

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِی عَن فَاطِمَةَ الزَّهرَاء سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا ____ ! (صلواۃ)

اب ایک بنیادی بات آپ ذہن میں رکھ لیں۔ اُمہات المومنین جو ہیں، ان کے یہاں بھی جناب، جابرؓ سے جو روایت ہے اس میں بھی یا جس نے بھی حدیث کساء، حدیث کساء نہ کہیے بلکہ یہ کہیے جس نے بھی شانِ نزول آیۂ تطہیر کا ذکر کیا اس نے تین باتیں ضرور کہیں:

ایک یہ کہ رسولؐ گھر میں تشریف لے آئے۔ گھر چاہے جس کا ہو، دوسری یہ کہ رسولؐ چادر یا دھاری دار کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ تیسری بات یہ کہ جیسے وہ تشریف لے آئے تو سب سے پہلے امام حسنؑ ان کے پاس گئے اور انھوں نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ پھر اس کے بعد امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ پھر مولائے کائناتؑ، پھر معصومۂ عالم جہاں آنگن کا ذکر ہے وہاں یوں ہے کہ رسولؐ دھاری دار کمبل اوڑھے ہوئے تھے، اور رسولؐ آنگن تشریف لے آئے۔ تو امام حسنؑ تشریف لائے تو اس طرح رسولؐ نے اپنی چادر میں سب کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ مولائے کائناتؑ بھی جب آگئے تو رسولؐ نے فرمایا:

"پالنے والے! یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں" ____ اور آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔

تو جو باتیں مشترک ہیں سب کے یہاں، وہاں چادر کی دیوار بھی ہے، بلا حصار آیۂ تطہیر نہیں آئی ہے۔

چادر کا حصار بھی ہے، اس میں رسولؐ نے سب کو گھیر لیا۔ راوی بدل گئے مگر پانچویں سے چھٹا کوئی چادر میں نہیں آیا ____! (صلواۃ)

انھی پانچ پر اللہ کے نبیؐ نے یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ

''بس! یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں''۔

رسولؐ نے اِن پانچ کو کہا: ''یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں''۔

اُمہات المومنین، ازواجِ رسولؐ، ایک نہیں دو دو کی گواہی ہے کہ رسولؐ نے انھی پانچ کو کہا: ''یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں''۔

اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُمہات تو خود ارشاد فرمائیں کہ رسولؐ نے ہمیں اہلِ بیتؑ نہیں کہا تو پھر اُمت کیوں کہہ رہی ہے؟____ (صلواۃ)

اُمت کو اصرار ہے کہ اہلِ بیتؑ رسولؐ میں ازواجِ رسولؐ ضرور شامل کی جائیں۔

یہاں تک کہ ترمذی کے حوالے سے ہے جنابِ اُم سلمہؓ نے جو روایت کی ہے اس میں یہ فقرہ ہے: جب رسولؐ نے یہ فرمایا: ''یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں'' تو میں نے رسولؐ سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا اجازت ہے کہ میں بھی چادر میں آ جاؤں۔ یہ ہمت بھی حضرت اُم سلمہؓ کر سکیں ورنہ راوی تو اور بھی ہیں۔

عزیزو____!

میں کیا عرض کروں، خدا کی قسم! ہزاروں سلام جنابِ اُم سلمہؓ کی صداقت پر۔ اپنے ہدف بیان کر کے صداقت بیان کرنا سب کے کلیجے کی بات نہیں ہے۔

غور کر رہے ہیں آپ____!؟

کوئی شخص بھی ہو، کہیں کا واقعہ بیان کر رہا ہو اور وہ کہے: بھئی! وہ تو سب کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور یہ کبھی نہ کہے گا کہ مجھے بھی کہا۔ اگر تعریف کر رہا ہو تو سب سے پہلا کہے گا: بھئی! میری ہی تعریف سے تو گفتگو شروع ہوئی۔ اس لیے کہ کوئی ہدف نہیں بننا چاہتا۔

بھئی توجہ ہے ـــــ!

جناب اُم سلمہؓ نے یہ فرمایا: انھوں نے کہا: اصل میں گھر میرا تھا، میں دروازے پر تھی اور جب یہ پنجتن پاکؑ آگئے تو میں بھی آگے بڑھی۔ آگے بڑھنے کے بعد میں نے رسولؐ سے یہ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اجازت ہے کہ میں بھی چادر میں آجاؤں؟

آپؐ نے فرمایا: اِنَّكِ عَلَى الْخَيْرِ۔

فرمایا: نہیں اُم سلمہؓ! چادر میں نہ آنا، بس! یہ سمجھ لو کہ تم خیر پر ہو۔

یہ ضمانت بھی جنابِ اُم سلمہؓ کے پاس ہے۔ اگر چاہتیں تو اس بیان کو حذف کر دیتیں، چھپا سکتی تھیں مگر پھر میں عرض کروں!

میرے ہزاروں سلام صداقت جنابِ اُم سلمہؓ پر کہ انھوں نے اپنے کو ہدف بنایا کہ مجھے رسولؐ نے روکا نہیں، آنے دیا، ہدف بنایا صرف اس لیے کہ اہلِ بیتؑ کی منزلت پہچانی جائے ـــــ! (نعرۂ حیدری)

اتنا فرق ہے ازواج میں اور اہلِ بیتؑ میں اور رسولؐ نے یہ کہہ کر اِنَّكِ عَلَى الْخَيْرِ "بے شک آپ خیر پر ہو" ـــــ یہ بتا دیا کہ اہلِ خیر ہونا اور ہے، اہلِ بیتؑ ہونا اور ہے ـــــ! (نعرۂ حیدری)

اب مَیں درمیان میں عرض کر دوں، یہ جو میں کہہ رہا تھا کہ کسی نے روایت کی گھر کی، حجرے کی، آنگن کی۔ مشہور ترین اُم المومنین نے آنگن کا تذکرہ کیا۔ تو یہ آپ سمجھ لیں کہ رسولؐ کا بیت الشرف جو تھا اگر کسی نے گاؤں دیہات کے قدیم مکان دیکھے ہوں تو اس کو بات سمجھ میں آجائے گی۔ رسولؐ کا اپنا جو حجرہ تھا وہ صرف اتنا بڑا تھا کہ جب آرام کرنے کے لیے زمین پر لیٹتے تھے تو سر اور پیر دونوں دیواروں پر لگ جاتے تھے۔ یہ تھی لمبائی اس کمرے کی۔

تمام ازواج کے کمرے تھے اور معصومہؑ کا کمرہ بھی تھا اور درمیان میں ایک آنگن تھا۔ ایک حجرہ حضرت اُم سلمہؓ کا تھا، اسی طرح دوسری ازواج کے حجرے تھے۔ تو جو بیان ہے آیۂ تطہیر کے نزول کا، تو ظاہر ہے کہ جب حجرے ہیں تو دیکھنے والے تو کئی ہوں گے۔ انھوں نے اپنے انداز سے نفسِ مضمون بیان کر دیا۔ دوسروں نے اپنے انداز سے بیان کردیا۔ ممکن ہے حجرے والی بات اُم سلمہؓ سے سنی ہو، اور بیان کرنے والے نے اسی بات کو حجرہ نہ کہہ کے آنگن بیان کر دیا تا کہ یہ معلوم ہی نہ ہو کہ حجرہ کس کا تھا اور عظمت کس کس کی بیان ہو رہی تھی ـــــ (صلواۃ)

مگر عزیزو ـــــ!

حُسن اس میں یہ ہے کہ جس نے بھی شانِ نزول آیۂ تطہیر کا بیان کیا پنجتن پاکؑ ہی رہے، رسولؐ ہی رہے، چادر ویسی ہی رہی، نفسِ مضمون میں کہیں فرق نہیں ہے۔

جس حدیث کساء کے بیان پر مَیں گفتگو کر رہا ہوں یہ جناب جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے اور جناب جابر ابن عبداللہ انصاری نے یہ نقل کی ہے براہِ راست معصومۂ عالمؑ سے۔

اب ظاہر ہے کہ جنابِ معصومۂ عالمؑ کی ذاتِ گرامی مرکزیت رکھتی ہے حدیث کساء میں۔

عزیزو ـــــ!

معصومۂ عالمؑ نے جب بیان کیا تو جنابِ جابرؓ ہی سے بیان کیا؟

بہت توجہ ـــــ!

ابن عباسؓ مہاجر ہیں جو مستند ترین راوی ہیں۔ جناب جابر ابن عبداللہ انصاریؓ ہیں، مہاجر نہیں ہیں۔ یہ مدینے کے ہیں، جنابِ عبداللہ ابن عباسؓ معصومۂ عالم کے قبیلے کے ہیں۔ جنابِ جابرؓ قبیلے کے نہیں ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ حدیث کساء

کے اس تفصیلی بیان کو جنابِ معصومۂ عالمؑ نے جنابِ جابرؓ ہی کو بلا کر بتایا؟

بھئی! بہت توجہ چاہتا ہوں!

جنابِ جابرؓ ہی کو بلا کر بتایا کہ اے جابرؓ ادھر آؤ، میں تجھے شانِ نزول آیۂ تطہیر سناؤں۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ اَبِي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لِي يَافَاطِمَةُ اِنِّي اَجِدُ فِي بَدَنِي ضُعْفًا فَقُلْتُ لَهُ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ يَااَبَتَاهُ مِنَ الضُّعْفِ فَقَالَ يَافَاطِمَةُ اِيْتِيْنِيْ بِالْكِسَاءِ الْيَمَانِي فَغَطِّيْنِي بِهٖ فَاَتَيْتُهُ بِالْكِسَاءَ الْيَمَانِي فَغَطَّيْتُهُ بِهٖ وَصِرْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اِذَا وَجهُهُ يَتَلَاْ لَؤُ كَاَنَّهُ الْبَدْرُ فِي لَيْلَةِ تَمَامِهٖ كَمَالِهٖ___ (صلواۃ)

جابرؓ! آؤ میں تجھے سناؤں میرا بابا میرے گھر ایک دن آیا اور آنے کے بعد میرے باباؐ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہؑ! میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے کہا: اللہ آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ کہا: اپنی چادر یمانی مجھے اوڑھا دو۔ میں نے اپنے باباؐ کو لٹایا، چادر یمانی اوڑھائی اور اوڑھائی نہیں بلکہ ڈھانک دی۔ پھر میں نے ان کے چہرے کو دیکھا تو ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ ابھی میں اپنے کام میں مصروف تھی کہ میرا لال حسنؑ آیا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے اسے دعائیں دیں۔ اس نے پوچھا: میں اپنے ناناؐ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

کہا: ہاں! وہ تو چادر میں سو رہے ہیں۔ میرا لعل میرے باباؐ کے

پاس آ گیا اور آنے کے بعد کہا: ناناً! آپؐ پر میرا سلام ہو، کیا اجازت ہے کہ میں چادر میں آ جاؤں؟

میرے باباؐ نے اس کو اپنی چادر میں لے لیا۔ اب ناناً اور نواسہ دونوں چادر میں تھے کہ اتنی دیر میں حسینؑ آ گئے اور آنے کے بعد یہ کہا: اماں جان! میں ناناً کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ اور میں نے انھیں بھی بتا دیا اور وہ بھی چلے گئے۔ پھر ابوالحسنؑ آئے، انھوں نے بھی ایسا ہی ذکر کیا۔ میں نے انھیں بھی بتا دیا وہ بھی چلے گئے۔

اب ظاہر ہے کہ میرا شوہر اور میرے بیٹے دونوں میرے باباؐ کے پاس تھے تو میں کیوں نہ جاتی۔ میں نے کہا: اے میرے باباؐ! کیا میں بھی چادر میں آ جاؤں؟ میرے باباؐ نے بہت سی دعائیں دیں، کہا: میری بیٹی! آ جا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک آ جا۔ میں بھی چادر کے نیچے آ گئی۔

اور جب ہم سب جمع ہو گئے تو اللہ نے فخر و مباہات کیا اور بعد میں فرشتوں کے درمیان اللہ نے یہ دعویٰ کیا: میں کچھ پیدا نہ کرتا، یہ سب میں نے خلق کیا ہے صرف ان کی محبت میں۔ یہ پیغام لے کر حضرت جبرئیلؑ آ گئے زمین پر، اور آنے کے بعد یہ پیغام من وعن میرے باباؐ کو دیا اور پیغام دینے کے بعد آیۂ تطہیر سنائی اور جب آیۂ تطہیر سنائی تو ابوالحسنؑ نے میرے باباؐ سے پوچھا: ہم تو ایک ہی گھر کے ہیں، مگر آج جمع ہونے کا فائدہ کیا ہے؟

یہ آپ کا مولاؑ ہے جو اپنے فائدے کی نہیں آپ کے فائدے کی سوچتا ہے۔

تو میرے باباؐ نے کہا: یا علیؑ! مجھے قسم ہے اپنی نبوت و رسالت کی کہ یہ ذکر، یہ حدیث کساء جہاں بھی پڑھی جائے گی، جب تک اُن میں سے ہر شخص وہاں سے متفرق نہ ہو جائے گا، چلا نہ جائے گا، فرشتے اس جگہ کو اور ان لوگوں کو اپنی رحمت کے گھیرے میں لیے رہیں گے، یعنی مومنین تو جاتے رہتے ہیں مگر فرشتے ڈیوٹی پر رہتے ہیں۔ اور پھر نبیؐ نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا: یہ حدیث کساء جہاں بھی پڑھی جائے گی تو جو بھی اس کے سننے والے ہیں وہ رحمت کے سایہ میں رہیں گے۔ فرشتوں کے استغفار کے سایہ میں رہیں گے اور ان کی کوئی غم، کوئی پریشانی اور کوئی حاجت ایسی نہیں ہوگی کہ جسے اللہ پوری نہ کرے ۔۔۔۔ (صلواۃ)

عزیزو ۔۔۔۔!

یہ اتنا اہم بیان جناب ابن عباسؓ کو نہیں دیا، جب کہ وہ خاندان کے تھے بلکہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری کو بلا کے حدیث کساء سنائی۔ ایک ایک لفظ یاد کرایا اور کہا: جابرؓ! اسے میرے چاہنے والوں تک پہنچا دیا کہ شانِ نزولِ آیۂ تطہیر یہ ہے کہ اس شان سے یہ آیت نازل ہوئی تھی اور جناب جابرؓ نے پھر اسی شان سے بیان کرنا شروع کیا۔

جناب جابرؓ کو جناب معصومہ عالمؑ نے اس لیے منتخب کیا تھا کہ نبی کریمؐ نے جنابِ جابرؓ کے علم و حافظہ کی ضمانت لی تھی۔

دیکھیے ۔۔۔۔!

جب بحث علم اصولِ حدیث سے ہوتی ہے تو اس میں راوی کا حافظہ بھی دیکھا جاتا ہے۔ راوی کے بیان کی صداقت بھی دیکھی جاتی ہے۔

عزیزو ۔۔۔۔!

حافظہ کا عالم تو یہ ہے۔

دیکھیے ____ !

یہ بہت عجیب بحث ہے اصولِ حدیث کے باب کی۔ کراچی کوئی صاحب جانے لگے، کہاں جا رہے ہیں؟ جی! میں کراچی جا رہا ہوں۔ کہاں جائیں گے؟ کہا: میں ناظم آباد جاؤں گا۔ اچھا اگر وہاں جائیں گے تو وہاں ایک فلاں صاحب ہیں ان کو میرا اسلام کہنا۔

خبردار! میں آپ کو بھی آگاہ کر رہا ہوں کہ ایسی امانت قبول نہ کرنا، میں یہ شرعی ذمہ داری الگ سے بتا کے جا رہا ہوں، مثال تو اپنی جگہ چل رہی ہے، اور اگر قبول کیا ہے تو اپنے کام سے زیادہ اسے یاد رکھیے ورنہ گناہگار ہوں گے۔ پندرہ دن بعد ملاقات ہوئی ارے بھائی! وہ صاحب نے شاید سلام کہنے کے لیے کہا تھا۔

لو! اس میں بھی ایک ''شاید'' گھس گیا۔ اب وہ بیچارہ بھی پریشان ہوگیا کہ کہیں کوئی ضروری بات تو نہیں کہی تھی، اور یہ بھول رہا ہے۔ یہی سے حدیث کا راوی بھی ناپا جاتا ہے، چونکہ آپ نے اُردو میں بات سنی تو شاید سمجھ میں آ گیا۔ وہ عربی میں بھی ایسی لفظیں ڈال دیتا ہے جس سے الفاظ مشکوک ہونے لگتے ہیں۔

توجہ چاہتا ہوں ____ !

کہنے لگے: اچھا! آپ سے ان کی ملاقات کب ہوئی تھی؟

کہا: یاد نہیں آ رہا، یہ کوئی دس بارہ دنوں کی بات ہے۔

انھوں نے کہا: ٹھیک ہے آپ نے سلام پہنچا دیا، میں کل لاہور سے ہوکر آ رہا ہوں، اب بتایئے! کیا رہ گئی سلام کی حیثیت ____ (صلواۃ)

تو عزیزو ____ !

یہاں سے راوی جو ہے حدیث کا پہچانا جاتا ہے اور یہی سے علمِ حدیث میں

بڑی بخششیں ہیں۔ معصومۂ عالمؑ نے منتخب کیا جنابِ جابرؓ کو۔ ابن عباسؓ نے بھی جنابِ معصومہؑ سے روایتیں کی ہیں اور بہت سی کی ہیں لیکن حدیث کساء کی روایت جناب جابرؓ سے بیان کی۔ کیونکہ اللہ کے نبیؐ نے صادق و امین نے، جنابِ جابرؓ کو صادق و امین مانا، اور صادق اور امین ماننے کے بعد اپنی ایک امانت جناب جابرؓ کے پاس رکھوائی۔

جابرؓ! جی یارسولؐ اللہ! فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔

کہا: جابرؓ! میں تمھیں ایک امانت دیتا ہوں، میرا سلام، میرے ہم نام، میرے پوتے محمد باقرؑ کو پہنچا دینا۔ (صلواۃ)

یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ جنابِ رسالت مآبؐ نے یہ سلام جب بھی دیا ہے تو دس ہجری سے پہلے دیا ہے، دس ہجری کے بعد نہیں دیا ہے اور یہ سلام پہنچا ہے ۶۰ ہجری کے بعد، پچاس برس بعد سلام پہنچا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سلام دیا گیا تو ابھی جناب جابرؓ جوان تھے، جب سلام پہنچایا گیا تو جنابِ جابرؓ بوڑھے ہو چکے تھے۔

میں کہوں گا: یارسولؐ اللہ! بڑھاپے میں حافظے پہ بڑا اثر پڑتا ہے۔ میرا رسولؐ آواز دے گا دوسرے کے حافظے اور ذہانت کی ضمانت لے کر بتا رہا ہوں جو دوسرے کا ضامن ہو اس کے ذہن پہ اثر کیسے آئے گا ـــــ (نعرۂ حیدری)

اُمت رسولؐ کے ذہن کو اثر انداز بتائے، جب کہ رسولؐ دوسرے کے ذہن کی ضمانت لے رہا ہے۔

چلئے ٹھیک ہے ـــــ!

حافظہ تو حافظہ، زندگی کی کیا ضمانت ہے؟ رسولؐ پچاس برس کی ضمانت لے رہے ہیں تبھی تو سلام دے رہے ہیں۔

بڑی بخشیں ہیں۔ معصومۂ عالمؑ نے منتخب کیا جناب جابرؓ کو۔ ابن عباسؓ نے بھی جناب معصومہؑ سے روایتیں کی ہیں اور بہت سی کی ہیں لیکن حدیث کساء کی روایت جناب جابرؓ سے بیان کی۔ کیونکہ اللہ کے نبیؐ نے صادق و امین نے، جناب جابرؓ کو صادق و امین مانا، اور صادق اور امین ماننے کے بعد اپنی ایک امانت جناب جابرؓ کے پاس رکھوائی۔

جابرؓ! جی یارسولؐ اللہ! فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔

کہا: جابرؓ! میں تمہیں ایک امانت دیتا ہوں، میرا سلام، میرے ہم نام، میرے پوتے محمد باقرؑ کو پہنچا دینا۔ (صلواۃ)

یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ جنابِ رسالت مآبؐ نے یہ سلام جب بھی دیا ہے تو دس ہجری سے پہلے دیا ہے، دس ہجری کے بعد نہیں دیا ہے اور یہ سلام پہنچا ہے ۶۰ ہجری کے بعد، پچاس برس بعد سلام پہنچا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سلام دیا گیا تو ابھی جناب جابرؓ جوان تھے، جب سلام پہنچایا گیا تو جنابِ جابرؓ بوڑھے ہو چکے تھے۔

میں کہوں گا: یارسولؐ اللہ! بڑھاپے میں حافظے پہ بڑا اثر پڑتا ہے۔ میرا رسولؐ آواز دے گا دوسرے کے حافظے اور ذہانت کی ضمانت لے کر بتا رہا ہوں جو دوسرے کا ضامن ہو اس کے ذہن پہ اثر کیسے آئے گا۔۔۔۔ (نعرۂ حیدری)

اُمت رسولؐ کے ذہن کو اثر انداز بتائے، جب کہ رسولؐ دوسرے کے ذہن کی ضمانت لے رہا ہے۔

چلئے ٹھیک ہے۔۔۔۔!

حافظہ تو حافظہ، زندگی کی کیا ضمانت ہے؟ رسولؐ پچاس برس کی ضمانت لے رہے ہیں تبھی تو سلام دے رہے ہیں۔

اچھا۔۔۔!

جیسے ہی جناب جابرؓ سے رسولؐ نے یہ کہا: اے جابرؓ! میرا سلام میرے پوتے کو پہنچا دو۔ یہ نگاہِ رسالتؐ ہے کہ سلام اس ذات کو پہنچوایا ہے جو کربلا سے پہلے بھی ہے کربلا کے بعد بھی ہے۔ سلام پہنچوا کر رسولؐ تاریخِ کربلا کو مستند کر رہا ہے کہ یہی وہ گواہ ہے جو مدینے میں بھی ہے۔ میدانِ کربلا میں بھی ہے۔ بازارِ کوفہ و شام میں بھی ہے اور پھر مدینے تک آئے گا۔

جیسے ہی کہا: اے جابرؓ! میرا سلام پہنچا دینا۔ فوراً جناب جابرؓ نے کہا: بے شک یارسولؐ اللہ! یہ کسی عام آدمی کا حکم نہیں ہے، جہاں رسول کہہ رہا ہے:

اے جابرؓ! میرا سلام پہنچا دینا۔ قبول اس لیے کیا کہ جب تک سلام پہنچے گا نہیں ملک الموت میرا انتظار کرے گا۔۔۔۔ (نعرۂ حیدری)

جب تک سلام پہنچے گا نہیں، ملک الموت ہمارا انتظار کریں گے، کیوں؟

اس لیے کہ میں امین حکمِ رسولؐ ہوں اور مجھے اس حکم کی تعمیل کرنی ہے، سلام پہنچانا ہے۔ تو ملک الموت کو بھی انتظار کرنا ہوگا۔ سلام پہنچ جائے گا تبھی ملک الموت آئیں گے تو میں نے یہ سلام قبول نہیں کیا ہے۔ اپنی حیات کی سند لی ہے۔ یہ صرف میری حیات کی ضمانت نہیں ہے بلکہ میرے علم و حافظے کی بھی ضمانت ہے۔

جنابِ جابرؓ نابینا ہو گئے تھے، جب سلام پہنچانا ہوا تو بیت الشرف پر آئے، ایک آہٹ محسوس کی تو روک لینا۔ صاحبزادے! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟

فرمایا: میں محمدؐ ابن علیؑ ابن حسینؑ ہوں۔

کہا: آقا! ذرا آپ چلئے تو۔ جنابِ امامؑ آگے چلے۔ کہا: پیچھے آئیے۔ جیسے ہی آگے اور پیچھے آئے کہا: میرے قریب آئیے۔ قریب بلایا، پیشانی کو بوسہ دیا، ہاتھوں کو جوڑا۔

کہا: سرکار! ایک امانت آپ کی ہمارے پاس ہے، آپ کے جد نے آپ کو سلام کہلایا ہے۔

میں کہوں گا جابرؓ! یہ آپ آگے اور پیچھے کیوں چلوا رہے ہیں؟

کہا: بینائی تو ہے نہیں میں آہٹوں سے محسوس کروں گا، اسی لیے کہ یہ کُلُّنا محمد والے ایک جیسی آہٹ بھی رکھتے ہیں۔

بس ـــــ!

آج کی گفتگو یہی تک ٹھہرا رہا ہوں۔ میں نفسِ اصول حدیث پہ گفتگو کر رہا تھا، کل یہی سے بات آگے لے چلوں گا۔

ذکرِ مصائب (کربلا میں امام حسینؑ کی آمد)

جناب جابرؓ کو رسولؐ نے بھی منتخب کیا، اپنا سلام پہنچانے کے لیے، جنابِ معصومہ عالمؑ نے جنابِ جابرؓ کو منتخب کیا حدیث کساء کے بیان کے لیے۔ کیونکہ باباؐ نے حافظے کی بھی ضمانت لے لی ہے، علم کی ضمانت لے لی ہے۔ ایک طویل حیات کی بھی ضمانت لے لی ہے۔ یہ حدیث کساء کربلا کے بعد تک اسی راوی کے ذریعہ سے چلتی جائے گی۔ اسے تمام تر خطرات سے بچانا تھا، اسی لیے اس طویل حیات والے صحابی کو معصومۂ عالمؑ نے منتخب کیا۔

اور یہی وہ پہلا شخص ہے صحابیوں میں کہ جو زائر زمینِ کربلا بھی ہوا۔

دیکھئے ـــــ!

کتنی مناسبتیں جمع کر دی ہیں معصومینؑ نے۔ اس لیے منتخب کیا کہ پہلے زائر سید الشہداءؑ بھی جنابِ جابرؓ ہی ہونے والے ہیں۔

تو زمینِ کربلا جس پر امام حسینؑ آج پہنچ گئے جو زمین کرب بھی ہے جو زمین

بلاء بھی ہے۔ امام حسینؑ جب اس زمین پر آج پہنچے ہیں تو سفر تو ابھی جاری تھا، ذوالجناح ٹھہر گیا۔

حسینؑ نے بلایا، اس زمین کا مالک کون ہے؟

بنی اسد کے لوگ آئے، فرمایا: اس زمین کا نام بتاؤ۔

کہا: آقا! اسے نینویٰ کہتے ہیں۔

فرمایا: اور کچھ؟

کہا: ماریہ کہتے ہیں۔

فرمایا: اور بھی کوئی نام؟

کہا: غاضریہ کہتے ہیں۔

فرمایا: کوئی اور نام بھی؟

کہا: اس کو شط فرات کہتے ہیں۔

فرمایا: کوئی اور نام بتاؤ۔

ایک بزرگ نے کہا: مولاؑ! اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ اس زمین سے جو بھی نبیؑ گزرا، جو بھی ولی گزرا اس نے ایک امتحان دیا ہے۔ وہ بزرگ جانتا تھا۔

ہاں عزادارو ــــــ!

امام حسینؑ رُک گئے۔ فرمایا: مجھے یہاں زمین قیمتاً چاہیے۔

مولاؑ! کیا یہاں واقعی گھر بنیں گے؟ کیا یہاں آپ آباد ہوں گے؟

فرمایا: زمین مول لی ہے مزاروں کی خاطر۔

عزادارو ــــــ!

کتنا محسن ہے تمہارا یہ امامؑ، کتنا چاہتا ہے میرا مولاؑ اپنے شیعوں کو۔ فرمایا: جب میرا خون اس زمین پر گرے گا تو کربلا خاکِ شفا ہو جائے گی۔ تو میرے چاہنے

والے، اس کی مٹی کو لے جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے چاہنے والے کسی اور کا احسان اٹھائیں۔

امام حسینؑ نے وہ زمینِ کربلا خرید لی۔

بس ــــ!

گفتگو تمام، جیسے ہی یہ خبر زینبؑ کو پہنچی، فوراً بلایا۔ جب بھیا بلائے گئے، کہا: بھیا! میں نے سنا ہے آپ زمین خرید رہے ہیں؟ مگر بھیا! یہ زمین علی اکبرؑ کے لیے خریدیے گا۔ میں علی اکبرؑ کی شادی رچاؤں گی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

مجلس سوم

- جہاں مرکز ہو وہاں پر صداقت کی گفتگو ہوتی ہے۔
- یہ واحد حدیث ہے جس کے برابر کی کوئی حدیث نہیں ہے۔
- کیا معصومینؑ کی حدیث بھی حدیث ہے؟
- یزید نے بیعت مانگی تو امام حسینؑ نے انکار کیوں کیا؟
- اگر امام حسینؑ سکوت کر لیتے تو یزید کا عمل حجت قرار پاتا۔
- قرآن میں احسن القصص ہے سورۂ یوسفؑ۔
- اگر حق کے لیے قید ہو تو وہ باعثِ شرف و عزت ہے۔ اگر ظلم و زیادتی کے لیے قید ہو تو وہ باعثِ ذلت ہے۔
- معلوم یہ ہوا کہ قرآن صدیق صرف اسے کہتا ہے جو کہہ دے وہ ہو جائے۔
- درِ بتولؑ پہ آتا ہے ملک تو آواز دے کر آتا ہے، اجازت ملتی ہے تو آتا ہے۔
- علاج کیا ہے؟ علاج یہ ہے کہ مجھے اپنی چادر یمانی اوڑھا دو۔
- شمسِ نبوت نیچے جاتا رہا اور قمرِ امامت بلند ہوتا رہا۔

مجلسِ سوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

عشرۂ محرم کی آج تیسری مجلس ہے۔ آیۂ تطہیر جس میں پروردگارِ عالم نے آلِ محمدؐ کی طہارت کی ضمانت لی ہے، اسی آیت کے شانِ نزول کو حدیث کساء کہتے ہیں۔

بہت خوب شعر ہے کہ آیۂ تطہیر تب نازل ہوئی جب پنجتنؑ آ گئے۔ ان سے پہلے کوئی ان کا مصداق نہیں تھا۔

تو چونکہ ردیف پہلے تھا۔ بات شاعر کی ردیف تک رُک گئی۔ نہ پہلے مصداق تھا، نہ بعد میں کوئی مصداق ہے۔ بس یہی ہیں اہلِ کساء، صاحبانِ تطہیر۔ اور کوئی نہیں کیونکہ دلیل حصر اِنَّمَا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث کساء کہلاتی ہے۔ حدیث کے سلسلہ رواۃ کا مستند ہونا ضروری ہے۔ سلسلہ رواۃ کی پہلی کڑی جہاں سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جناب جابرؓ ابن عبداللہ انصاری جیسا مستند صحابی ہے جس کے حافظے علم وصداقت پر رسولؐ نے ضمانت دی ہے۔

اب یہ شروع حدیث کہاں سے ہوتی ہے؟

عَنْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء

حدیث بیان کس نے کی ہے؟ معصومۂ عالمؑ، صدیقہ طاہرہ، محدثہ، زہراءؑ نے ___ (صلواۃ)

جہاں سے حدیث بیان ہو وہاں علم و حافظہ نہیں بلکہ صداقتِ لسانی پر بحث کی جاتی ہے۔

بھئی ___!

میں نے یہ کہہ دیا کہ میں ۱۶ دسمبر کو یہاں پہنچا۔ آپ نے سن لیا۔ اب آپ جس سے بھی کہیں ۱۶ دسمبر، تو آپ کے حافظے پر گفتگو ہوگی۔ صداقت کی بحث ہماری ہوگی کہ وہ ۱۶ دسمبر تھی کہ نہیں تھی۔

جناب جابرؓ کے حافظے کی ضمانت لی رسولؐ نے، حدیث بیان کہاں سے ہورہی ہے؟ معصومۂ عالمؑ سے، جہاں مرکز ہو وہاں پر صداقت کی گفتگو ہوتی ہے۔ اسی طرح حدیث قدمعین ہوتا ہے۔

میں نے پہلے دن ایک فقرہ اور عرض کیا تھا کہ حدیث کساء کے مدِ مقابل کسی حدیث کو مت لے آیئے گا، کیونکہ یہ اتنی عظیم حدیث ہے جس کے برابر کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

شافعی نے اور کچھ علماء نے کچھ احادیث کو سلسلۃ الذہب کہا ہے۔ سلسلۃ الذہب اس حدیث کو کہتے ہیں جو معصومینؑ کے سلسلے سے چلے۔ آٹھویں امامؑ نے نیشاپور میں جو حدیث بیان کی تھی اس حدیث کو سلسلۃ الذہب کی سند دی گئی ہے اور شافعی نے تو یہاں تک لکھ دیا:

''اگر اس سلسلے کو دیوانے پہ دم کر دیا جائے تو دیوانہ اچھا ہو جائے گا''۔

غور کر رہے ہیں آپ!

یہ ہے سلسلہ آئمہ کا، معیار یا کمال۔ اس کے باوجود میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ واحد حدیث ہے جس کے برابر کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ جیسے حدیث کساء کہتے ہیں۔ اس کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ یہ واحد حدیث ہے جس میں آیت بھی شامل ہے۔

بھئی ____!

آیت کلامِ الٰہی کو کہتے ہیں نا، اور حدیث کلامِ رسولؐ کو، اور کلامِ امامؑ کو کہتے ہیں۔ مگر حدیث کساء کا بیان، یہ حدیث مکمل ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ آیۂ تطہیر نہ پڑھ لی جائے۔

تو یہ واحد حدیث ہے جس میں آیت بھی شامل ہے۔ یہ واحد حدیث ہے جس میں حدیث قدسی بھی شامل ہے، جو کلامِ الٰہی کا دوسرا حصہ ہے، یعنی دونوں طرح کا کلامِ الٰہی شامل ہے۔

اِنِّیْ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِیَّةً وَلَا اَرْضًا مَدْحِیَّةً وَلَا قَمَرًا مُنِیْرًا وَلَا شَمْسًا مُضِیْئَةً وَلَا فَلَکاً یَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا یَجْرِیْ وَلَا فُلْکاً یَسْرِیْ اِلَّا فِیْ مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ الَّذِیْنَ هُمْ تَحْتَ الْکِسَاءِ ____ (صلواۃ)

یہ مکمل فقرہ کلامِ الٰہی ہے، جو حدیث قدسی ہے۔

غور کیا آپ نے ____!

اور یہ کلامِ الٰہی دو بار نازل ہوا، اس کے بعد پانچ کے پانچ معصومینؑ کی اسی میں حدیث ہے۔ حدیثِ سیدہؑ بھی ہے، حدیثِ حسنؑ بھی ہے، حدیثِ حسینؑ بھی ہے، حدیث مولائے کائناتؑ بھی ہے، حدیثِ رسولؐ بھی ہے۔ (صلواۃ)

پانچوں معصومینؑ کی حدیث، بیان جب جمع ہوتا ہے تب جا کر حدیث کساء

مکمل ہوتی ہے، مگر یہ بھی نہیں ایک اور بعنوانِ حدیث ہے۔

کسی بھائی نے مجھ سے ایک جملہ کہا تھا: کیا معصومینؑ کی حدیث بھی حدیث ہے؟

جب آپ علمِ حدیث میں جائیں گے تو معلوم ہوگا کہ دوسروں کے ہاں قولِ نبیؐ، قولِ صحابہ اور قولِ تابعین جنہوں نے نبیؐ کو نہیں دیکھا ان کے اقوال کو بھی حدیث کا درجہ حاصل ہے۔

ہمارے یہاں حدیث کا جو قانون ہے وہ ہے قولِ نبیؐ ہو یا قولِ معصومؑ ہو۔ یہ بالکل طے شدہ مسئلہ ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امامؑ کے قول کو قول کہہ دیا جاتا ہے۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث ہے۔ اسی مرتبے میں جس مرتبے میں قولِ رسولؐ ہے۔

غور کیا آپ نے ____!

اور سندِ فقہ میں جو حدیث لی جاتی ہے وہ قولِ معصومؑ ہو، یہ بھی حدیث ہے۔
اور حجت قرار دینے کے لیے، قولِ معصومؑ بھی حجت ہے، فعلِ معصومؑ بھی حجت ہے۔
اور تقریرِ معصومؑ بھی حجت ہے۔

قول اور تقریر میں فرق ہے۔ تقریرِ معصومؑ کہا جاتا ہے اس عمل کو کہ جو کوئی دوسرا شخص عمل انجام دے۔ معصومؑ اس کے عمل کو دیکھے اور کوئی تنقید اس پر نہ کرے۔

یہ ہے تقریرِ معصومؑ۔

توجہ ہے ____! اب سمجھئے!

کہ یزید نے بیعت مانگی تو امام حسینؑ نے انکار کیوں کیا؟

زمانہ پوچھتا ہے: حسینؑ کو معلوم تھا کہ قتل کر دیئے جائیں گے تو کربلا کیوں چلے گئے؟

اگر امام حسینؑ سکوت کر لیتے تو یزید کا عمل حجت قرار پاتا۔ (صلواۃ)

تو عزیزو ــــــ!

یہ واحد حدیث ہے جس میں آیت بھی شامل ہے، حدیثِ قدسی بھی شامل ہے۔ حدیثِ رسول بھی شامل ہے۔ حدیثِ مولائے کائناتؑ بھی شامل ہے، حدیثِ معصومہؑ بھی شامل ہے۔ حدیثِ حسنینؑ بھی شامل ہے اور بطرزِ حدیث قولِ جبرئیلؑ بھی شامل ہے۔

توجہ ہے ــــــ!

دیکھئے!

یہ بات اتنی آسانی سے نہ لیجیے۔ اللہ سے کہا ہے کہ پالنے والے! اجازت ہے کہ میں چھٹا ہو جاؤں؟

جہاں پانچ معصومؑ جمع ہو رہے ہیں، وہاں یہ اللہ سے اجازت مانگتے ہیں کہ میں چھٹا ہو جاؤں۔ اللہ نے اجازت دی، ہاں! جاؤ۔

فَهَبَطَ الْاَمِيْنُ جِبْرَائِيل

"زمین پر آ گئے"۔

اور پھر رسولؐ کے پاس آ کر کہا: "کیا اجازت ہے کہ میں بھی چادر میں آ جاؤں؟"

جیسے سب کو اجازت ملی ہے ویسے ہی جبرئیلؑ کو اجازت ملی ہے، تو جیسے سب کے قول کا معیار ہے ویسے جبرئیلؑ کے قول کا بھی معیار ہے۔ (صلواۃ)

جناب جبرئیل امینؑ وحی ہیں، کلامِ الٰہی کے امین ہیں، جو لے آتے ہیں وہ آیت بنتی ہے۔ کلام معجزہ قرار پاتا ہے۔

تو پانچ معصومؑ، چھٹے جناب جبرئیلؑ، حدیث قدسی، آیتِ قرآنی، اتنی باتیں

جب سب جمع ہو جائیں تب ہوتی ہے حدیثِ کساء۔
اب بھی کوئی بحث کی ضرورت ہے کہ جب اتنوں کا بیان ہو تو برکت نہ آئے، رحمت نہ آئے، تو پھر کس کے بیان سے رحمت آئے گی۔ (نعرۂ حیدری)
اور جسے حدیثِ کساء سے برکت نہ ہو، پھر اسے کسی چیز سے برکت حاصل نہیں ہوتی۔ (صلواۃ)

یہ حدیث ایک نئی شان سے شروع ہوتی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ

جنابِ جابرؓ سے جنابِ معصومۂ عالم، صاحبۂ عصمتِ کبریٰ نے ارشاد فرمایا:
میں نے ایک فقرہ عرض کیا تھا کہ جہاں سے حدیث شروع ہوتی ہے وہاں بحث صداقت سے ہوتی ہے کہ بیان کرنے والا کتنا سچا ہے، جتنی صداقت سالم ہوتی جائے گی، حدیث کا قد بلند ہوتا جائے گا، اسی لیے حدیث کی قسمیں ہیں، حدیث صحیح ہے، متواتر ہے، موثق ہے، وغیرہ۔

یہ حدیث کساء جسے معصومۂ عالم بیان فرما رہی ہیں، معصومہؑ کی صداقت اور صدق کا معیار بھی ذرا دیکھ لیجیے۔

صدق، سچائی، صدیق، بہت سچا، مبالغہ کا صیغہ ہے۔
قرآن کا معیارِ صدق کیا ہے؟
بہت توجہ چاہتا ہوں ــــ!

کیسا ہو تو صدیق کہلائے، بہت سچا کہلائے۔ قرآن نے ایک واقعہ سنایا، اپنے نبیؐ کو، یہ کہہ کے کہ اے میرے حبیبؐ! میں آپ کو احسن القصص سنا رہا ہوں۔
واقعات میں، قصوں میں، سب سے اچھا قصہ احسن القصص اور قرآن میں احسن القصص ہے سورۂ یوسفؑ۔

اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جنابِ یوسفؑ کو اُن کے بھائیوں نے لے جا کر کنویں میں ڈال دیا اور وہ جا کر بازارِ مصر میں بیچ ڈالے گئے۔ زلیخا نے ان کو قید خانے میں ڈلوا دیا۔ جس قید خانے میں تھے تو وہاں دو قیدی اور بھی تھے۔ دو میں ایک ملزم تھا، ایک مجرم تھا۔

بھئی ــــــ!

الزام تو دونوں پر ہے، مگر ان میں مجرم تو ایک ہی ہے اور جنابِ یوسفؑ قید خانے میں ہیں۔

بہت توجہ ــــــ!

قید خانے میں جانے سے اللہ ہر ایک کو بچائے، مگر انبیاءؑ اور ائمہؑ نے قید برداشت کی ہے۔ اگر حق کے لیے قید ہو تو وہ باعثِ شرف و عزت ہے۔ اگر ظلم و زیادتی کے لیے قید ہو تو وہ باعثِ ذلت ہے۔ یہ میں نے معصومؑ کی حدیث سنائی ہے۔ مگر ایک بات ہے کہ قید میں رہنے والا ہر آنے والے کو اپنے جیسا سمجھتا ہے۔

ان دونوں میں ایک تو مجرم ہے نا، جنابِ یوسفؑ اللہ کے نبی ہیں۔ جاتے ہیں قید خانے میں، قید خانے میں کپڑا قیدیوں کا، کھانا قیدیوں کا، رہائش قیدیوں کی، اور قیدیوں کے درمیان ہیں مگر قیدی جنابِ یوسفؑ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھ کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہم انھیں اپنے جیسا نہیں سمجھتے۔ (نعرۂ حیدری)

اب میں کیا عرض کروں کہ عزیزِ مصر کے قیدیوں کی نگاہ کم سے کم اتنی معتبر تو تھی کہ اُمتی اور نبیؑ کا فرق سمجھتی تھی۔

کہا: آپ اللہ کے برگزیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا انداز ایسا لگتا ہے کہ آپ ہم میں سے نہیں ہیں، آپ ہم کو ہمارے خواب کی تعبیر بتائیے۔ نبوت کا چہرہ بولتا ہے۔ جسے کلمہ گو نہیں پہچان پا رہا۔

کہا: نہیں، آپ ہم میں سے نہیں ہیں۔ آپ مجھے تعبیر بتائیے۔

ایک نے کہا: میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو پلا رہا ہوں۔

کہا: تو بادشاہ کا ساقی ہو جائے گا۔

دوسرے نے کہا: میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔ کہا: تم بھی بیان کرو۔ کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر ٹوکرے میں روٹیاں لے جا رہا ہوں اور اسے پرندے کھا رہے ہیں۔ فرمایا: تو قتل کر دیا جائے گا۔

بہت توجہ عزیزو ــــــ!

فرمایا: تو قتل کر دیا جائے گا اور صرف قتل ہی نہیں کر دیا جائے گا بلکہ تیرا سر پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

جیسے ہی اس نے یہ تعبیر سنی تو کہا: ہم نے تو ایسا کوئی خواب ہی نہیں دیکھا ہے۔

تو جناب یوسفؑ کو کہنا چاہیے تھا: اچھا ذرا آج رات کو سو جانا کوئی اچھا والا دیکھ لینا۔

بھئی ــــــ!

جب خواب نہیں دیکھا تو تعبیر نہیں ہوئی۔ وہ خواب سے تو مکر گیا مگر جناب یوسفؑ تعبیر سے انکار نہیں کرتے ہیں۔ کہا: جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔

نتیجہ یہی ہوا کہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک قتل کر دیا گیا، ایک بحال کر دیا۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

جناب یوسفؑ نے جاتے ہوئے سے کہا تھا کہ بھئی! ایسا ہے کہ دیکھو! میں بے قصور ہوں اور بادشاہ سے کہنا کہ ایک بے قصور کو کیوں قید کر کے رکھا ہے؟

وہ گیا اور بھول گیا۔ سات برس قید میں رہے، سات برس گزرنے کے بعد

عزیز مصر نے ایک خواب دیکھا کہ گائے گائے کو کھا رہی ہے۔

اس نے پوچھا اپنے قریبیوں سے، انھوں نے کہا: ہم اس خواب کی تعبیر نہیں بتا سکتے۔

اب وہ ساقی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا: اگر تو مجھے اجازت دے تو میں اس کی بڑی پکی تعبیر لاؤں گا۔

دیکھئے ـــــ!

قرآن ہے، وہ آرہا ہے جناب یوسفؑ کے پاس، آیا تعبیر پوچھنے کے لیے، تعبیر جناب یوسفؑ نے اسے بتا دی۔ جب وہ قیدی قید خانے میں داخل ہوا، قرآن ترجمانی کر رہا ہے: اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ۔

اس نے کہا: اے سچے!

معلوم یہ ہوا کہ قرآن صدیق صرف اسے کہتا ہے جو کہہ دے وہ ہو جائے۔

(نعرۂ حیدری)

قرآن ہر ایک کو صدیق نہیں مانتا۔

بھئی ـــــ!

دیکھئے!

صدیق ہوگا تو اپنی بات سے مکرے گا نہیں۔ میں نے پوری تاریخ نچوڑ دی ہے اپنے اس جملے میں۔

تو تعبیر خواب جو لینے آیا عزیز مصر کا ساقی تو اس نے جناب یوسفؑ کو صدیق پکارا۔ قرآن نے جناب یوسفؑ کو صدیق لکھا۔

معلوم ہوا کہ قرآن کا معیار صدق یہ ہے کہ سب سے زیادہ سچا، صدیق اور صدیقہ وہ کہلائے کہ جو کہہ دے وہ ہو جائے۔

یوسفؑ نے کہا: تو قتل کر دیا جائے گا تو وہ قتل کر دیا گیا۔

صدیقۂ عالمیان نے کہا: بچو! تمہارے کپڑے درزی لے کر آئے گا تو رضوان درزی بن کر آ گیا۔ (نعرۂ حیدری)

رضوان کا منصب بدل گیا اور وہ دروازے پر آ کر آواز دے رہا ہے:

ملک دروازے سے نہیں آیا کرتے سوائے ایک گھر کے وہ جو سب کو بغیر کہے کے لے جاتا ہے۔ وہ بھی جب درِ سیّدہؑ پہ آتا ہے تو بھی آواز دیتا ہے۔

میں ملک الموت کی بات کر رہا ہوں، جبرئیلؑ بھی آتے ہیں تو یہاں آواز دے کر آتے ہیں۔ رضوان بھی آیا ہے تو آواز دے رہا ہے۔

معصومہؑ نے پوچھا: کون ہے؟

شہزادیؑ! آپ کو پتہ تو ہے جسے درزی کہہ کر بلوایا ہے، وہی تو ہے۔ ملک ہر ایک کا محرم ہوتا ہے، اسی لیے ہر ایک کے ہاں آ بھی سکتا ہے اور جا بھی سکتا ہے لیکن درِ بتولؑ پہ آتا ہے ملک تو آواز دے کر آتا ہے، اجازت ملتی ہے تو آتا ہے۔

شہزادیؑ! جسے آپ نے بلایا ہے وہی تو ہے، پھر آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں یہ تو کون ہے؟

کہا: پوچھ اس لیے رہی ہوں تا کہ روایت ہماری لفظوں کی تصدیق کرے، یہ نہ کہے کہ رضوان آیا تھا۔

میں نے کہا ہے درزی تو وہ لفظ درزی کا اقرار کرے۔

اَنَا خَیَّاطُ الحَسنَیْنِ

''میں حسنینؑ کا درزی ہوں''۔

یہ معیار صدقِ زہراؑ ہے۔ جب ایسی صدیقہ بیان کرے کہ میرے بابا میرے گھر تشریف لائے اور گھر تشریف لانے کے بعد میرے بابا نے یہ کہا:

اِنِّی اَجِدُ فِی بَدَنِی ضُعْفًا

''میری بیٹی! میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں''۔

اِیْتِیْنِی بِالْکِسَاءِ الْیَمَانِی فَغَطِّیْنِی بِہٖ

''مجھے اپنی کساء یمانی لاکر اُوڑھا دو اور اوڑھا ہی نہ دینا بلکہ مجھے ڈھانپ دو''۔

فَاَتَیْتُہٗ بِالْکِسَاءِ الْیَمَانِی فَغَطَّیْتُہٗ بِہٖ وَصِرْتُ اَنْظُرُ اِلَیْہِ وَ اِذَا وَجْھُہٗ یَتَلَالَؤُ کَاَنَّہُ الْبَدْرُ فِی لَیْلَۃِ تَمَامِہٖ وَکَمَالِہٖ

___(صلواۃ)___

''تو میں نے اپنے باباؐ کو چادر لاکر دی بلکہ اوڑھا دی اور اوڑھائی بھی نہیں بلکہ ڈھانپ دیا، پھر میں نے دیکھا کہ میرے باباؐ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا''۔

عزیزو___!

رسولؐ نے آ کر یہ کہا:

اِنِّی اَجِدُ فِی بَدَنِی ضُعْفًا

''میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں''۔

بدن اور ہے، سر اور ہے، نبوت نے کبھی دردِ سر کی شکایت نہیں کی ہے۔

الزام بدن پہ نہیں لگایا گیا، الزام نبوت کے سر پہ لگایا گیا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرَ

''یہ شخص ہذیان بک رہا ہے''۔ (معاذاللہ)

یہ ضعفِ بدن کا مسئلہ نہیں ہے، یہ ضعفِ سر کا مسئلہ ہے۔ نبوت نے اظہار کیا تو ضعفِ بدن کا کیا ہے، ضعفِ سر کا نہیں کیا۔

دیکھیے ـــــ!

تین الفاظ بولے جاتے ہیں: بدن ...... جسم ...... جسد!

اگر روح کے بغیر ہے تو جسد، روح کے ساتھ ہے تو جسم، لیکن جب بدن کہا جائے گا تو سر الگ، جب سر کہا جائے گا تو بدن الگ۔

بھئی توجہ ہے نا ـــــ!

نبیؐ نے ضعفِ بدن کہا ہے، نبوت کو بھی شکایت ضعفِ سر نہیں ہوئی، اُمت ضعفِ سر کا الزام لگا رہی ہے۔ میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔

اچھا ـــــ!

علاج کیا ہے؟ علاج یہ ہے کہ مجھے اپنی چادر یمانی اوڑھا دو۔

یا رسولؐ اللہ! طبیب موجود ہیں مکہ میں، کسی طبیب کے پاس جائیے۔

نبیؐ آواز دے گا: یہ بھی تو زمانہ سمجھ لے کہ میرے ضعفِ بدن کا علاج طبیبوں کے پاس نہیں ہے، میرے اہلِ بیتؑ میرے ضعفِ بدن کا علاج ہیں۔

اچھا ـــــ!

یہ جو ہے، واقعۂ کساء۔ مباہلہ سے ایک یا دو دن پہلے کا واقعہ ہے۔ نزولِ حدیث کساء۔

توجہ ہے ـــــ!

یعنی پہلے اللہ نے اس انجمن کی میٹنگ بلا لی۔ تب سر میدان بھیجا۔

نبیؐ نے فرمایا: میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔ یہ ضعف عمر کا نہیں ہے، یہ ضعف کسی مرض کا نہیں ہے۔

یہ ضعف ایسا ہے کہ اس کا علاج ہے اہلِ بیتؑ کا جمع ہو جانا۔ اجزائے نور کا یکجا ہو جانا، اگر اس ضعفِ بدن کو تقاضائے عمر سمجھا جائے۔

بھئی ۔۔۔!

ابھی تو نبیؐ ساٹھ سال کے ہیں جب نبیؐ باسٹھ سال پورے کر چکے تو عمر بڑھی تا، ضعف وہاں ہوگا۔

مگر جب عمر اور بڑھی تو رسولؐ نے ایک دن کئی لاکھ کے مجمع کو گواہ بنا کے منبر کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور کھڑے ہونے کے بعد اپنی عمر کے تیس سال کم۔

یعنی علیؑ ہیں بتیس سال کے اور نبیؐ ہیں باسٹھ سال کے۔ باسٹھ سال کے بوڑھے نے بتیس سال کے جوان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بلند کر دیا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

یہ بدن کی طاقت...... (نعرۂ حیدری)

میرے موضوع کو ذہن میں رکھئے۔ حدیثِ کساء منظر اور پس منظر۔

منظر کیا کہہ رہا ہے؟

اِنِّي اَجِدُ فِي بَدَنِي ضُعْفًا

"میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں"۔

پسِ منظر کیا کہہ رہا ہے؟ نبیؐ اتنا قوی ہے کہ باسٹھ سال کی عمر میں جب نبیؐ پہنچے تو اتنی قوت ہے کہ اپنے سے تیس برس چھوٹے علیؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں پہ اٹھا لیا۔ نبیؐ نے اتنا بلند کیا کہ بلند کرتے چلے گئے۔ شمسِ نبوت نیچے جاتا رہا اور قمرِ امامت بلند ہوتا رہا۔ (نعرۂ حیدری)

توجہ ۔۔۔!

ذکرِ مصائب (تذکرہ جنابِ حرؑ)

یہ مقصد ایزدی کی تکمیل کا مرحلہ تھا۔ جاتا ہے مباہلہ میں، مباہلے سے ان

سچوں کو جمع ہونا ہے کیونکہ جھوٹوں پر کل لعنت کرنی ہے۔

لعنت اللہ کا عذاب ہے، خدا کی قسم! ایک فقرہ کہہ دوں کہ عیسائی تھے، مسلمان نہیں تھے، اتنا سمجھتے تھے کہ اِن سچوں کی لعنت نہیں لینی چاہیے۔ اتنا سمجھتے تھے کہ یہ بچے جب جھوٹوں پر لعنت کرنے آئیں گے تو پھر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ انھوں نے مباہلے سے انکار کر دیا اور چلے گئے۔

یزید کلمہ پڑھتا تھا مگر اسے اس کا شعور نہیں تھا کہ ہمیں سچوں کے مقابلے میں نہیں آنا چاہیے۔ امام حسینؑ نے قیمتی فقرہ دیا:

"میرے جیسے اس کے جیسے کی بیعت نہیں کرتے"۔

ہاں ـــــ! ایک یزید کے قافلے میں تھا، جو یزیدی نہیں تھا مزاجِ حسینیؑ رکھتا تھا کیونکہ پختہ کردار کا انسان تھا۔ جب نماز بھی پڑھتا تھا تو حسینؑ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ دشمن بن کر آیا تھا مگر حسینؑ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

یہ وہی ہے جس نے لجامِ فرسِ حسینؑ میں ہاتھ ڈالا تھا ـــــ حرؑ۔

ایک وقت وہ آگیا کہ بے چین ہو گیا، ٹہل رہا ہے۔ بھائی نے پوچھا: بھیا! ہم آپ کو بہت بے چین دیکھ رہے ہیں کیا بات ہے؟

کہا: میرے ساتھ آؤ، وہاں تک آیا جہاں تک سپاہی آتے تھے۔

کہا: یہاں کیوں لائے ہو؟

کہا: یہاں تھوڑی دیر خاموش ہو کر کھڑے تو رہو۔ دونوں بھائی چپ کھڑے ہیں۔ اس کے بعد جنابِ حرؑ نے پوچھا: کچھ سنا؟

جواب میں حرؑ کا بھائی فوراً کہتا ہے: یہ بتاؤ تمہارا ارادہ کیا ہے؟

کہا: یہ بتاؤ یہ صدائے العطش جو سن رہے ہو اِس کا ذمہ دار کون ہے؟

ارے! جس نے ہمارے لشکر کو پانی پلایا ہو، سپاہیوں کو پانی پلایا ہو، اس کے

ننھے ننھے بچے ہائے پیاس، ہائے پیاس کر رہے ہیں۔

عزادارانِ امامِ مظلومؑ ـــــ!

بھائی نے کہا: یہ بتاؤ ارادہ کیا ہے؟

کہا: کل مَیں حسینؑ کی طرف جاؤں گا۔

آئے حسینؑ کے پاس، ہاتھوں کو جوڑے ہوئے کہا: مولاؑ! مجھے معاف کر دیجیے۔

امامؑ نے کلیجے سے لگایا، فرمایا: تو اس دنیا میں بھی آزاد ہے، آخرت میں بھی آزاد ہوگا۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: تجھے یاد ہے؟ کل تو آیا تھا تو پیاسا تھا، تو ہم نے تیرے سپاہیوں کو ہی نہیں بلکہ تیرے گھوڑوں کو بھی سیراب کیا۔

اے حرؓ! اب تو ایسے وقت میں آیا ہے مہمان بن کر، کہ میں تجھے اب ایک قطرہ پانی کا بھی نہیں پیش کر سکتا۔

کہا: مولاؑ! مجھے مرنے کی اجازت دیجیے۔ میں آبِ کوثر آپؑ کے بابا کے ہاتھوں سے پینا چاہتا ہوں۔

حرؓ نے اجازت لی، میدانِ جنگ میں آئے۔ جنگ کی، جنگ کرنے کے بعد زمین پہ تشریف لے آئے تو اپنے مولاؑ کو پکارا۔ مولاؑ! میرا آخری سلام قبول کریں۔

حسینؑ حرؓ کے لاشے پر پہنچے، اور حرؓ کے سر کو اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھنا چاہا لیکن حرؓ نے کہا: مولاؑ! میرے سر کو اپنے پاک زانو پر نہ رکھیں۔ آقا! غلام کا سر ہے۔

فرمایا: نہیں حرؓ! اپنے سر کو میرے زانو پر رہنے دے، تیری پیشانی سے بڑا خون بہہ رہا ہے۔ میں نشانی ماں کی باندھے دے رہا ہوں یہ رومالِ زہراءؑ ہے، اسے لیتا جا، تیری شفاعت کے لیے کافی ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

مجلس چہارم

- مولائے کائناتؑ سب سے پیچھے، معصومہؑ عالم درمیان میں، اور رسالت مآبؐ سب سے آگے، اس طرح سے کہ رسولؐ اپنا قدم اٹھاتے ہیں۔
- جب معصومہؑ عالمؑ اپنا قدم اُٹھاتی ہیں تو مولائے کائناتؑ نشانِ قدمِ معصومہؑ پر اپنا قدم رکھتے ہیں۔
- گویا مباہلے کا بینر رسولؐ نے حسینؑ کو بنایا ہے۔
- رسولؐ کا قد، قدِ معجزہ تھا، سرتاپا رسولؐ معجزہ تھے۔
- یہ چادر تو قدِ زہراءؑ پہ بھی ناکافی تھی، یہ قد بالائے رسولؐ پر پوری کیسے اُتر گئی؟
- میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ رسولؐ نے بیک وقت تراب سے بھی مدد لی، ابوترابؑ سے بھی مدد لی۔
- رسولؐ نے سورۂ یٰسین پڑھی اور مٹھی میں خاک لی اور اسے ہوا میں منتشر کیا اور انھی کے درمیان سے نکلتے چلے گئے۔
- بی بی زینبؑ کا ایک لقب ہے شریکۃ الحسینؑ۔ اتنا بڑا لقب کسی اور خاتون کے پاس نہیں ہے۔
- حسینؑ کے مصائب میں بھی شریک ہیں، حسینؑ کے معاملات میں شریک ہیں۔

مجلسِ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

حدیثِ کساء، اس کا منظر اور پس منظر، اس موضوع کے حوالے سے میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور یقیناً نمازِ صبح کے بعد مجلسوں کا یہ سلسلہ سردی کا موسم اور آپ حضرات کی آمد۔ یقیناً ہم تو شکریہ ادا ہی کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ بہترین جزا کے مستحق ہو رہے ہیں۔

عزیزو____!

میں نے کل گفتگو اس مرحلے تک پہنچائی تھی کہ یہ آیۂ تطہیر جس کے شانِ نزول کو حدیثِ کساء کہتے ہیں اور یہ بیان ہوئی ہے صدیقہ طاہرہؑ سے۔ (صلواۃ)

جس کا ایک ایک لفظ قیمتی ہے اور یہ مسلسل بیان صدیقہ کی زبان سے، حدیثِ کساء کی ابتداء ہوتی ہے حدیثِ زہراءؑ سے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں چھ حدیثیں ہیں، ایک حدیث قدسی ہے اور ایک آیۂ قرآنی ہے یعنی آٹھ قسم کا بیان، اور سب معتبر ترین ابتداء ہوتی ہے حدیثِ زہراءؑ سے۔

قَالَتْ فَاطِمَةُ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا

معصومۂ عالم ارشاد فرماتی ہیں: میرے بابا میرے گھر تشریف لے آئے، اور آنے کے بعد انھوں نے فرمایا:

اِنِّي اَجِدُ فِي بَدَنِي ضُعْفًا

"اے نورِ نظر! میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں"۔

تو پھر معصومہؑ نے فرمایا: بابا جان!

اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ يَااَبَتَاهُ مِنَ الضُّعْفِ

"اللہ آپ کو اس ضعف سے محفوظ رکھے"۔

قَالَ يَافَاطِمَةُ اِيْتِيْنِي بِالْكِسَاءِ الْيَمَانِي فَغَطِّيْنِي بِهِ

رسولؐ اللہ نے فرمایا:

"اے سیدہؑ! آپ اپنی چادر یمانی لاکر مجھے اوڑھا دو اور اس طرح اوڑھا دو کہ مجھے ڈھانپ دینا"۔

فَاَتَيْتُهُ بِالْكِسَاءَ الْيَمَانِي فَغَطَّيْتُهُ بِهِ

"پھر میں نے چادر لے کر اپنے بابا کو اوڑھا دی"۔

وَصِرْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اِذَا وَّجهُهُ يَتْلَالَؤُ كَاَنَّهُ الْبَدْرُ فِي لَيْلَةِ تَمَامِهِ وَكَمَالِهِ

"جب میں نے ڈھانپ دیا تو میں نے دیکھا کہ میرے بابا کا چہرہ اس طرح چمک رہا ہے جیسے چودھویں کا کھلا ہوا چاند"۔

بھئی توجہ ___!

رسولؐ خانۂ زہراؑ میں داخل ہوئے اور کہا: میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔ بدن میں ضعف، میں گفتگو کر چکا۔

مجھے اپنی چادر یمانی لا کر اوڑھا دو، شرط ہے چادرِ یمانی کی، یہ نہیں کہا کہ مجھے کوئی چادر اوڑھا دو، اور چادر یمانی، منظر اور پس منظر۔

چادرِ یمانی وہ چادر ہے جو قد زہراءؑ پہ مکمل نہیں ہوتی۔

بھئی توجہ ہے____!

یہ چادرِ یمانی جو ہے یہ قد زہراءؑ پر پوری نہیں ہوتی اور رسولؐ کہہ رہے ہیں یہ مجھے اوڑھا دو اور ڈھانپ دینا۔

دیکھئے____!

معصومہؑ کا قد ہے ایک خاتون کا قد، اور رسولؐ کا قد ہے مردوں کا قد، اکثر طور پر عورتوں کا قد مردوں کے قد سے کم ہوتا ہے۔ معصومہؑ کا قد رسولؐ کے قد سے کم ہے۔ معصومہؑ کا قد مولائے کائنات کے قد سے بھی کم ہے اور سیرت نگار کہتے ہیں کہ دیکھنے میں مولائے کائناتؑ کا قد رسولؐ کے قد سے کم ہے۔

رسولؐ سے کم قد ہے مولائے کائناتؑ کا، معصومہؑ کا قد مولائے کائناتؑ کے قد سے بھی کم ہے۔ یہ چادر معصومہؑ کو ناکافی ہے۔ اور نبیؐ کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح اوڑھا دو کہ میں ڈھک جاؤں۔

یہ صرف سیرت نگاروں کی بحث نہیں ہے، میدانِ مباہلہ میں آئے۔ میدانِ مباہلہ میں رسولؐ معصومۂ عالمؑ کو کس طرح لے کر چلے ہیں؟

آگے آگے رسالت ہے، اس کے پیچھے ہیں معصومہؑ عالم، اس کے پیچھے ہیں مولائے کائناتؑ۔

توجہ ہے____!

مولائے کائناتؑ سب سے پیچھے، معصومہؑ عالم درمیان میں، اور رسالت مآبؐ سب سے آگے، اس طرح سے کہ رسولؐ اپنا قدم اٹھاتے ہیں تو معصومہؑ اس

قدم پر اپنا پاؤں رکھتی ہیں اور جب معصومہؑ عالمؑ اپنا قدم اٹھاتی ہیں تو مولائے کائناتؑ نشانِ قدمِ معصومہؑ پر اپنا قدم رکھتے ہیں۔

آج اتنی احتیاط ہے کہ عصمت کبریٰ کا نشانِ قدم بھی سرِ میدان عریاں نہ رہے۔(صلواۃ)

اور وہاں بلندی بیٹھے ہوئے ہیں نصارائے نجران، احتیاط یہ اس لیے ہے کہ کسی کی بھی نگاہ معصومہؑ عالم پر نہ پڑنے پائے۔

اُدھر نصارائے نجران دیکھ رہے ہیں اور یہاں سے رسولؐ ہیں، معصومہؑ عالم ہیں، مولائے کائناتؑ ہیں۔ رسول کا قد سب سے بلند و بالا قد، اور معصومہؑ عالم کا قد مولائے کائناتؑ سے بھی کم، کیونکہ وہ زوجہ ہیں اور شوہر سے قد کم ہے اور شوہر کا قد رسولؐ کے قد سے کم ہے۔

اب جو بھی دیکھے گا اس کی نگاہ سرِ رسولؐ سے گزر کر سرِ علیؑ سے گزر جائے گی۔ عصمتِ کبریٰ پر نگاہ نہ جائے گی۔(صلواۃ)

آغوش میں امام حسینؑ ہیں رسول کی، اور انگلی پکڑے ہوئے ہیں امام حسنؑ رسول کی، گویا مباہلے کا بینر رسولؐ نے حسینؑ کو بنایا ہے۔

بینر کسے کہتے ہیں؟ ایک لاکھ مجمع پیچھے ہوتا ہے، بینر بتاتا ہے یہ کس لیے آئے ہیں۔

بھئی تعجب ہے ۔۔۔۔!

امام حسینؑ کو رسولؐ نے آغوش میں لیا ہی اس لیے تھا تاکہ بچوں کا بینر حسینؑ کہلائے۔

عزیزو ۔۔۔۔!

تو میں قد بالا کی بات کر رہا تھا۔ معصومہؑ عالم کا قد مولائے کائنات سے بھی

کم۔ مولائے کائناتؑ رسولؐ کے قد سے بھی کم۔

رسولؐ کا قد کیا تھا؟ یہ تو طے ہی نہیں ہو سکا کیونکہ رسولؐ کا قد، قدِ معجزہ تھا۔

توجہ ہے آپ کی ـــــ!

رسولؐ کا قد، قدِ معجزہ تھا، سرتاپا رسولؐ معجزہ تھے۔

تو عزیزو ـــــ!

اب یہ ہے قد، اب یہ طے ہے نا، یہ منظر ہے مباہلہ کا۔ معصومۂ عالم کا قد مولائے کائنات سے بھی کم اور مولائے کائناتؑ کا قد رسالت مآب سے کم ہے۔ چادر کس کی ہے؟ زہراؑ کی! اور رسولؐ کہہ رہے ہیں یہ چادر مجھے ڈھانپ دو اور معصومہؑ نے چادر ڈھانپ دی۔ اب یہ نہیں کہہ رہے کہ ناکافی تھی۔

بھئی ـــــ!

یہ چادر تو قدِ زہراؑ پہ بھی ناکافی تھی، یہ قد بالائے رسولؐ پر پوری کیسے اتر گئی؟ تو بات اتنی ہے کہ دستِ عصمت اسے پھیلاتا گیا، چادر پھیلتی گئی۔ (نعرۂ حیدری)

عزیزو ـــــ! بات قد کی آ گئی ہے تو سُن لیں، دو لوگ مسجد سے نکلے مولائے کائناتؑ بھی ساتھ ساتھ، ان دونوں لوگوں نے یہ کہا: یا علیؑ! آپ تو ہمارے درمیان ایسے ہی ہیں جیسے لکنا کا ''نون''۔

جیسے ہی یہ فقرہ زبان سے نکلا، مولائے کائناتؑ نے اپنے پاؤں زمین پر جما دیئے اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ جیسے ہی آگے بڑھے تو مولائے کائناتؑ نے پوچھا: اب کیا بچا؟

کہا: یا علیؑ! اب تو بچا لَا اور لَا کے معنی ہوتے ہیں کچھ نہیں۔ لا ئے نفی جنس ہوتا ہے، یعنی ہر شے کا انکار۔

کہا: جب تک علیؑ ہے یہ دنیا کچھ ہے۔

ابن حجر مکی نے لکھا کہ ستر بار کہنا پڑا ہے: ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو فلاں ہلاک ہوجاتا''۔ علیؑ ہیں تو ہم ہیں۔

تو عزیزو ____ !

گفتگو ہو رہی تھی قدِ بالا پہ، تو وہ چادرِ معصومۂ عالم نے اوڑھائی اور اوڑھائی چلی گئیں اور اب دیکھا تو رسول کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

ڈھانپ دیا تو دیکھا، اب بی بیؑ فرماتی ہیں کہ ڈھکا ہوا میرے بابا کا چہرہ یوں چمک رہا تھا جیسے چودہویں کا چاند۔ (نعرۂ حیدری)

معلوم ہوا کہ جب نبوت کے چہرے پہ چادر آجاتی ہے تو وہ چمکنے لگتا ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے جسے قرآن صدیقہ کہے، جو معیارِ قرآنی پہ صدیقہ ہے، سچ بولتی ہے، اتنی سچی کہ کہہ دے تو ہوجائے۔

ایک تاریخ کی بھی صدیقہ ہیں، ان کا قول بھی درج ہے، وہ فرماتی ہیں:

اب جو قرآن اور تاریخ میں فرق ہے وہی صدیقاؤں میں فرق ہے۔ تاریخ کی صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں:

جب میری سوئی گم ہوجاتی تھی تو میں اپنی سوئی رسولؐ کے چہرے کے نور کی روشنی میں ڈھونڈ لیتی تھی۔

تو ایک قرآن کی صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے بابا کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

ایک تاریخ کی صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری سوئی گم ہوجاتی تھی تو میں انتظار کرتی تھی کہ رسول تشریف لے آئیں تو میں ان کے چہرے کے نور کی روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی ڈھونڈ لیا کرتی تھی۔

دو گواہ ہوگئے نا کہ رسول کا چہرہ اتنا چمک رہا تھا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ

شب ہجرت کافر کیا دیکھ رہے تھے؟ (صلواۃ)

چالیس آدمیوں کی اسی آنکھیں شب ہجرت اسی بستر کو دیکھ رہی ہیں۔جس پر رسولؐ چادر اوڑھ کر سوتے ہیں اور یہاں بھی سونے والا چادر اوڑھ کے سو رہا ہے۔

غور کر رہے ہیں آپ ـــــ!

مولا علیؑ بھی چادر اُوڑھ کر سو رہے ہیں۔ جب آدمی سوتا ہے تو جسامت سے ہی پہچانا جاتا ہے، مگر جب چادر پڑ گئی تو نہ نور میں فرق ہے، نہ قد و قامت میں فرق ہے۔ (نعرۂ حیدری)

اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَّاحِدٍ یَاعَلِی اَنْتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ

''میں اور علیؑ ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں''۔

یہ مشیت کی چادر ہے کہ ایک کے پاس خطاب ہے ختمی مرتبت کا، سید الانبیاءؑ کا اور ایک کے پاس خطاب ہے سید الاوصیاء کا، ابوالائمہ کا، درمیان میں مشیت کی ایک چادر ہے۔

اچھا ـــــ!

اس کی ضرورت کیا تھی؟ علیؑ کو اپنے بستر پر سلانے کی ضرورت کیا تھی؟ مگر نبیؐ نے سلایا اور چلے گئے حالانکہ چالیس کافر آچکے تھے تو جب وہ آچکے تھے تو رسولؐ گئے کیسے؟

اٹھایئے صحیح مسلم، صحیح مسلم نے لکھا کہ رسولؐ نے سورۂ یٰسین پڑھی اور مٹھی میں خاک لی اور اسے ہوا میں منتشر کیا اور انھی کے درمیان سے نکلتے چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ مدد مانگنا غیراللہ سے کفر ہے، بدعت ہے، شرک ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ رسولؐ نے بیک وقت تراب سے بھی مدد لی، ابوترابؑ سے بھی مدد لی۔ (نعرۂ حیدری)

شب ہجرت کافر کیا دیکھ رہے تھے؟ (صلواۃ)

چالیس آدمیوں کی اسی آنکھیں شب ہجرت اسی بستر کو دیکھ رہی ہیں۔ جس پر رسولؐ چادر اوڑھ کر سوتے ہیں اور یہاں بھی سونے والا چادر اوڑھ کے سو رہا ہے۔

غور کر رہے ہیں آپ ـــــ!

مولا علیؑ بھی چادر اُوڑھ کر سو رہے ہیں۔ جب آدمی سوتا ہے تو جسامت سے ہی پہچانا جاتا ہے، مگر جب چادر پڑ گئی تو نہ نور میں فرق ہے، نہ قد و قامت میں فرق ہے۔ (نعرۂ حیدری)

اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ یَاعَلِی اَنتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ

''میں اور علیؑ ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں''۔

یہ مشیت کی چادر ہے کہ ایک کے پاس خطاب ہے ختمی مرتبت کا، سید الانبیاءؐ کا اور ایک کے پاس خطاب ہے سید الاوصیاء کا، ابوالائمہ کا، درمیان میں مشیت کی ایک چادر ہے۔

اچھا ـــــ!

اس کی ضرورت کیا تھی؟ علیؑ کو اپنے بستر پر سلانے کی ضرورت کیا تھی؟ مگر نبیؐ نے سلایا اور چلے گئے حالانکہ چالیس کافر آچکے تھے تو جب وہ آچکے تھے تو رسولؐ گئے کیسے؟

اٹھایئے صحیح مسلم، صحیح مسلم نے لکھا کہ رسولؐ نے سورۂ یٰسین پڑھی اور مٹھی میں خاک لی اور اسے ہوا میں منتشر کیا اور انھی کے درمیان سے نکلتے چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ مدد مانگنا غیراللہ سے کفر ہے، بدعت ہے، شرک ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ رسولؐ نے بیک وقت تراب سے بھی مدد لی، ابوترابؑ سے بھی مدد لی۔ (نعرۂ حیدری)

ذکرِ مصائب (کربلا میں جنابِ حبیبؓ کی آمد)

بس عزیزانِ محترم ــــــ!

بات یہاں تک آ گئی تو گفتگو تمام کردوں، اس مرحلے سے کہ مدد حسینؑ نے کسی سے نہیں مانگی سوائے ایک کے۔ ہر ایک کو حسینؑ نے کہا: چلے جاؤ، مگر ایک کو بلایا۔ رَجُلٌ فَقِيهه کہہ کر بلایا۔

حسینؑ کا خط اِلٰی رَجُلٍ فَقِيهه جو سب کو واپس کر رہا ہے، اسے بوڑھے شخص کی کیا ضرورت ہے؟

جب شمر کا لشکر بھی آ گیا تو ثانیٔ زہراءؑ نے کہا: بھیا! فوج پہ فوج چلی آ رہی ہے، تم بھی اپنے چاہنے والوں کو بلاؤ۔ زینبؑ اپنے بھیا کا تحفظ چاہتی ہیں۔

ہر بات زینبؑ کو منظور، ہر اذیت زینبؑ کو گوارہ ــــ بس! میرا بھائی بچ جائے، کساء کی آخری تصویر بچ جائے۔

بی بی زینبؑ کا ایک لقب ہے شریکۃ الحسینؑ۔ اتنا بڑا لقب کسی اور خاتون کے پاس نہیں ہے۔ حسینؑ کے مصائب میں بھی شریک ہیں، حسینؑ کے معاملات میں شریک ہیں اور بھائی بہن سے مشورہ کرتا ہے۔

چوتھے امامؑ فرماتے ہیں: ''میری پھوپھی عالمہ غیر معلّمہ ہیں''۔

یہ مرحلہ صاحبانِ عصمت جیسا ہے، اور وہ بہن محبت میں سرشار ہے اپنے بھائی کی۔ زبانِ زینبؑ پر یہ فقرہ آ گیا، بھیا! اب تم اپنے چاہنے والوں کو نہیں بلاؤ گے؟

حسینؑ نے زینبؑ کی بات خالی نہ جانے دی۔ امامؑ نے اپنے بچپن کے دوست حبیبؓ کو بلایا اور کیا کہہ کر بلا رہے ہیں؟

حسینؑ غریب کا خط: اِلٰی رَجُلٍ فَقِيهه۔

یہ خط حسینؑ نے بھیجا، خط حبیبؓ کے پاس پہنچا لیکن وہ کون ہے جو حسینؑ کا

خط لے کر حبیبؓ کے پاس جا رہا ہے۔

خط پہنچ گیا حبیبؓ تک، دروازے پہ دستک ہوئی، کون؟ حسینؑ کا قاصد، حبیبؓ نے خط لیا، دروازہ بند کیا، خط حبیبؓ نے لیا، آئے اور بیٹھ گئے۔ زوجہ نے پوچھا: کون تھا؟ کہا: قاصد تھا حسینؑ کا۔ کہا: کیا لکھا ہے؟ کہا: مجھے امامؑ نے مدد کے لیے بلایا ہے۔ کہا: پھر کیا سوچا ہے؟ کہا: غور کر رہا ہوں۔ کہا: سوچنے کا وقت نہیں ہے، فیصلہ کرو۔ حبیبؓ! جاؤ، یا تم گھر میں بیٹھو، میں آقا کی نصرت کو جاتی ہوں۔ کہا: لو پھر میں تمہیں طلاق بھی دے رہا ہوں۔ کہا: وہ کیوں؟ کہا: تم اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارو۔ کہا: نہیں حبیبؓ! مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ میں تمہاری زوجہ ہی رہنا چاہتی ہوں، تاکہ جب تم آقا پہ قربان ہو جاؤ تو میں یہ فخر کرسکوں کہ میں حسینؑ پر شہید ہونے والے کی بیوہ ہوں۔

جنابِ حبیبؓ نکلے اور کربلا میں پہنچ گئے۔ جب غریب الوطنی میں کوئی جانا پہچانا مل جاتا ہے تو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

خیمے میں جنابِ زینبؑ نے محسوس کیا تو کہا: فِضّہؓ! جاؤ، دیکھو کون آیا ہے؟

جنابِ فِضّہؓ آئیں اور دوڑی ہوئی گئیں اور آ کر کہا: شہزادی! آقا حسینؑ کے بچپن کے دوست حبیبؓ آئے ہیں۔

یہ سن کر بی بی زینبؑ نے کہا: جاؤ فِضّہؓ! حبیبؓ سے کہو آپؑ کے آنے کا شکریہ۔

حبیبؓ نے جب یہ فقرہ سنا تو عمامہ پھینک دیا، کہا:

پالنے والے! اس غریب الوطنی میں اہلِ بیتؑ ہیں کہ وہ غلاموں کا شکریہ ادا کریں۔ کم سے کم دس مرحلے ہیں کربلا میں اس فقیہہِ حسینؑ کے۔

بس ——!

آخری لفظ اور گفتگو تمام۔ حسینؑ مصلّے بچھا چکے، امامت امام حسینؑ کی ہے، مگر

نمازِ ظہر حبیبؓ نے نہیں پڑھی، اس لیے کہ ابھی تھے مصلّے پر، اتنے میں کسی دشمنِ حسینؑ نے امام حسینؑ کی شان میں سب وشتم کیا، اور جیسے ہی سب وشتم کیا تو مصلّے کو چھوڑ دیا۔

حبیبؓ نے تلوار کھینچ لی اور اس پر حملہ کر دیا۔ آواز دی: مولاؑ! یہ واحد سپاہی ہے کربلا کا، جس نے جنگ کی اجازت نہیں لی، پہلے میں اسے قتل کروں گا پھر دوسرا کام کروں گا۔ حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔

جنابِ حبیبؓ نے بڑی شاندار جنگ کی۔ آخر میں حبیبؓ نے آواز دی: آقا! میرا آخری سلام قبول کریں۔ حسینؑ آئے حبیبؓ کے لاشے پر، زانو پر سر کو رکھا اور کہا: حبیبؓ! تم چلو اور میں بھی آرہا ہوں۔

عزادارو ____!

جہاں سب کے سرنوکِ نیزہ پر بلند ہوئے وہاں حبیبؓ کا سر بھی بلند تھا۔ حسینؑ کا سر بھی بلند تھا۔ جب یہ سرہائے شہداء بازارِ کوفہ میں پہنچے ہیں تو حبیبؓ کا بیٹا اپنے محلے کے ساتھیوں کے ساتھ وہی کھڑا تھا اور وہ بچے کہہ رہے تھے: ارے! یہ باغیوں کے سر جارہے ہیں۔ اتنے میں کسی کی نگاہ پڑ گئی حبیبؓ کے سر پر۔

کہنے لگا: ارے! یہ تو میرے معلّم کا سر ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا: ارے! جس کا وارث زندہ ہو اس کے باپ کا سرنوکِ نیزہ پر کیسے بلند کیا جائے

یہ سننا تھا کہ حبیبؓ کے بیٹے نے تلوار کھینچ لی، کہا: ہاں! جس کا وارث زندہ ہو اس کے باپ کا سرنوکِ نیزہ پہ بلند نہیں ہوتا، حملہ کیا، سر چھیننے کی کوشش کی اور پا بھی گیا۔

سید سجادؑ آواز دیتے رہے، میرے چاہنے والے! میں بھی وارث ہوں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں، گلے میں طوقِ خاردار۔

وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ

مجلس پنجم

- یہ تہذیب اسلامی سکھائی جارہی ہے، طرزِ اسلامی سکھائی جارہی ہے، اس حدیث کے ذریعہ۔
- جو بھی معصوم گھر میں آیا، وہ سلام کر کے آیا۔
- ایک سَلَامٌ عَلَيْكُم میں زندگی کی تمام تر سلامتی کی دعا پوشیدہ ہے۔
- دنیا کی ہر عدالت میں یہ قانون ہے کہ جو قابض ہوتا ہے اس کا قبضہ ثبوت اور وجود مانا جاتا ہے۔ اب اگر وہ غاصب ہے تو جو منکر ہے دلیل وہ لائے گا۔
- جو رسولؐ کے سینے میں نازل ہوا ہے قرآن، اس کی تفسیر و تاویل بھی وہی بتائے گا جو آلِ رسولؐ ہے۔
- تجھے معلوم نہیں ہے ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ فخرِ ابراہیمؑ ہیں۔
- میرا جد علیؑ ابراہیمؑ کے ساتھ نارِ نمرود میں تھا، اس لیے آگ گلزار ہوئی۔
- بھیا! اس مٹی سے تو میں تمہاری خوشبو محسوس کر رہی ہوں۔ بھیا! ہم کس زمین پہ آ رہے ہیں۔
- زینبؑ نے اپنے بچوں کو حسرت سے نہیں دیکھا، جرأت سے دیکھا اور آواز دی: میرے لاڈلو! تمہیں معلوم ہے کہ تم نواسے کس کے ہو؟ اور پوتے کس کے ہو؟
- عونؑ و محمدؑ کی انفرادیت یہی ہے کہ یہ دو بہادر ایک ساتھ چلے ہیں اور مقابلہ کیا۔ لشکر کا کوئی حصہ ایسا میدان میں نہیں چھوڑا جسے درہم برہم نہ کر دیا ہو۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ۳۳)

عزیزانِ محترم!

"حدیثِ کساء منظر اور پس منظر" ـــــ اس موضوع پر، یہ پانچویں گفتگو اپنے پانچویں مرحلے میں، آپ کی خدمت میں عرض ہے۔

میں نے آیۂ تطہیر کی شانِ نزول جسے حدیثِ کساء کہتے ہیں، اس کے حوالے سے کل اپنی گفتگو یہاں تک عرض کی تھی کہ نورِ امامت جب چادر کے نیچے آ گیا تو وہ نورِ رسالت ہی کی طرح چمکتا ہوا نظر آیا۔

اور معصومہؑ فرما رہی ہیں جب میں نے چادر ڈھانپ دی اپنے باباؐ کے چہرے پر، تو میرے باباؐ کا چہرہ یونہی چمک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند۔ پھر ارشاد فرماتی ہیں:

فَمَا كَانَتْ اِلَّا سَاعَةً وَّ اِذَا بِوَلَدِى الْحَسَنِ قَدْ اَقْبَلَ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اُمَّاهُ فَقُلْتُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَاقُرَّةَ عَيْنِى وَثَمَرَةَ فُؤَادِى فَقَالَ يَا اُمَّاهُ اِنِّى اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّى رَسُولِ اللّٰهِ فَقُلْتُ نَعَم اِنَّ جَدَّكَ تَحتَ الْكِسَاءِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ

نَحوَ الْكِسَاءِ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّاهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَتَاذَنُ لِي اَن اَدخُلَ مَعَكَ تَحتَ الْكِسَاءِ فَقَالَ وعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِيْ وَيَاصَاحِبَ حَوْضِي قَدْ اَذِنتُ لَكَ فَدَخَلَ مَعَهُ تَحتَ الْكِسَاءِ

عزیزانِ محترم ــــــ!

اب یہ حدیث ہے حدیثِ سیدہؑ، ارشاد فرماتی ہیں: تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا بچہ، میرا نورِ نظر، میرا لختِ جگر، میرا بیٹا حسنؑ آیا اور آنے کے بعد اس نے کہا: اے مادرِ گرامی! آپؑ پر میرا سلام ہو۔

توجہ ہے ــــــ!

تو میں نے کہا: میرے لعل! آپ پر بھی میرا سلام ہو۔ پھر انھوں نے کہا: میں آپ کے پاس ایک پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے ناناؐ کی خوشبو ہے۔

کہا: ہاں! وہ چادر کے نیچے سو رہے ہیں تو صاحبزادے اپنے ناناؐ کے پاس آئے اور سلام کیا۔ جوابِ سلام پایا اور کہا: اجازت ہے کہ میں بھی چادر میں آ جاؤں؟

فرمایا: ہاں اجازت ہے، چادر میں آ جاؤ۔ تو حسنؑ چادر میں داخل ہو گئے۔

یہ پوری حدیث، حدیثِ سیدہؑ ہے ــــ منزلِ توجہ ہے عزیزو!

ہم نے کسی مکالمے میں یہ بات آج تک نہیں دیکھی یا کسی بیان نگاری میں یہ بات کہی نہیں گئی جہاں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب مجھ سے ملنے آئے اور انھوں نے پہلے مجھ کو سلام کیا ہو۔

میں پورے ادب کو چیلنج کر رہا ہوں۔ آپ کو بہت بڑے بڑے لوگوں کی ملاقات کے ذکر ملیں گے۔ مگر کہیں آپ کو یہ لکھا ہوا فقرہ نہیں ملے گا کہ میں ایک

صاحب کے ہاں گیا تو پہلے میں نے سلام کیا اور پھر انھوں نے جواب دیا۔ تب بات ہوئی، یا وہ جب میرے یہاں آئے تو داخل ہوتے ہی پہلے انھوں نے مجھے سلام کیا۔

کہیں لکھا ہوا دیکھا ہے؟

بس ــــ!

یہ دیکھا ہوگا آپ نے کہ فلاں صاحب مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور میں فلاں صاحب سے ملنے کے لیے گیا۔ سلام کا کہیں تذکرہ نہیں دیکھا گیا، مگر یہاں مسلسل یہ بات کہی جارہی ہے کہ امام حسنؑ آئے تو انھوں نے سلام کیا۔ امام حسینؑ آئے تو انھوں نے سلام کیا، حضرت علیؑ آئے تو انھوں نے سلام کیا، جو چادر کے پاس گیا اس نے سلام کیا۔

کبھی آپ نے غور کیا یہ کیوں ہے؟

بھئی توجہ ہے ــــ!

یہ تہذیب اسلامی سکھائی جارہی ہے، طرزِ اسلامی سکھائی جارہی ہے، اس حدیث کے ذریعہ۔

اچھا ــــ!

امام حسنؑ کیا مدینے سے مکے تشریف لا رہے ہیں؟ آ کہاں سے رہے ہیں؟

بھئی ــــ!

جنھوں نے زیارتیں کی ہیں وہ تو سمجھ رہے ہوں گے، یہ گھر ہے، یہ مسجد ہے۔ یہاں سے یہاں آرہے ہیں، مگر گھر میں داخل ہو رہے ہیں تو سلام کر رہے ہیں اور معصومہؑ اِس کو نقل کر رہی ہیں کہ میرا بیٹا گھر میں داخل ہوا تو اس نے مجھے سلام کیا۔

توجہ عزیزو ــــ!

یہ بہت بڑا سبق دیا جارہا ہے۔ مسلسل یہ تذکرہ ہے حدیثِ کساء میں، کیونکہ

یہاں منظر نگاری ہو رہی ہے، ایک تہذیب کی، ایک گھر کی اُجاگر کی جارہی ہے، اس کی اس معمولی جزئیات کو بھی اُجاگر کیا جارہا ہے، کیونکہ حکم ہے کہ جب بھی گھر میں کسی کے داخل ہو تو سلام کیے بغیر نہ داخل ہو۔ اپنے گھر میں بھی داخل ہو تو سلام کیے بغیر نہ داخل ہو۔ گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی سلام کر کے داخل ہو یعنی جب آپ خود ہی اپنے گھر کا تالہ کھول رہے ہوں، پھر بھی حکم ہے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو، وہاں سَلَامٌ عَلَیکُم کہا جاتا ہے۔

قرآن میں بھی یہ لفظ آیا ہے سَلَامٌ عَلَیکُم کیوں؟ اپنے گھر میں بھی داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو، اس سے فرشتگانِ برکت کی آمد ہوتی ہے۔

غور کیا آپ نے ـــــ!

یہ تہذیب اسلامی ہے اور جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو تا کہ اس کو تمہاری آمد کی پوری اطلاع ہو، خاموشی سے کسی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

غور کر رہے ہیں آپ ـــــ!

یہ تہذیب اسلامی ہے۔ اچھا! یہ آداب کا سلسلہ جو ہے آداب، لفظ ادب کی جمع ہے۔ یہ امراء نے غیر مسلم کے لیے ایجاد کیا تھا، مسلمانوں کے لیے نہیں۔ امراء، رؤساء اور نوابین نے، مسلم بادشاہوں نے غیر مسلمین کے لیے اسے ایجاد کیا تھا، کیونکہ نہ وہ ان کا سلام قبول کر سکتے تھے، نہ انھیں سلام کر سکتے تھے اس لیے لفظ ادب و آداب، اب آپ بتائیں آداب عرض ہے، یعنی تمام ادب آپ کے لیے عرض ہیں۔ تو کیا مطلب؟

آپ مجھ سے ملنے کے لیے آئیں گے تو بے ادبی سے آئیں گے؟ ادب ہی سے آئیں گے اگر ملاقات کرنی ہے۔ آداب درباروں میں بہت ہوتے تھے، سلام

ایک ہی کافی ہے۔

اسلام میں صرف ایک بار سلام ہے، یہ جو ذکر کیا ہے حدیثِ کساء میں، یہ تہذیب اسلامی دی جارہی ہے۔ سلام دعائے سلامتی ہے، آداب سے کوئی فائدہ نہیں، اسی لیے سلام میں پہل کرنے والے کے لیے نوے یا ننانوے درجات ہیں۔ جواب دینے والے کے لیے ایک درجہ ہے۔ سلام کرنا واجب نہیں قرار دیا بلکہ سلام کا جواب دینا واجب قرار دیا، کیوں؟ صرف اس لیے کہ دعائے سلامتی ہے۔ آپ کسی کو دیں یا نہ دیں، لیکن اگر کسی نے دیا ہے تو قرض دار نہ رہیں فوراً جواب دے دیں۔ (صلواۃ)

توجہ ہے نا آپ کی ــــــ!

تو جو بھی معصوم گھر میں آیا، وہ سلام کر کے آیا۔ رسولؐ آئے سلام کر کے آئے، حسنینؑ آئے سلام کر کے آئے، مولائے کائناتؑ آئے سلام کر کے آئے، اپنا گھر ہے۔

توجہ ــــــ!

یہ کوئی مکّے سے نہیں آرہے ہیں۔

اچھا ــــــ!

انگریزی میں تو اس کے بڑے وہ ہوتے ہیں، تکلفات۔ صبح ہے تو good morning، دوپہر ہے تو good afternoon، شام ہے تو good evening، رات ہے تو good night۔

میں نے دیکھا ہے، اپنے کانوں سے سنا ہے لیکن سلام کے ساتھ افسوس یہ ہے کہ دس بجے دن میں ملاقات تو سلام کیا اور دو بجے دن ملاقات ہوئی تو سلام کیا تو یاد دلاتے ہیں۔

ارے بھئی ـــــ!

صبح تو ملاقات ہوئی تھی، یعنی اب سلام کی ضرورت نہیں ہے۔یعنی انگریزی تہذیب میں تو اوقات، اوقات میں بہتری کے لیے سلام ہو یا جو بھی ہو، لیکن آپ کی جو اسلامی تہذیب ہے، دن میں اگر دو سے تین بار سلام ہو جائے تو وہ عجیب سمجھا جاتا ہے۔اب آپ اسی حدیثِ کساء میں دیکھئے نا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کتنی دیر پہلے باہر گئے ہوں گے؟ اور گھر میں آ رہے ہیں اور جو آ رہا ہے سلام کر کے آ رہا ہے، اس لیے کہ دعائے سلامتی ہے۔

اسی سَلَامٌ عَلَیْکُم کو سمجھا آپ نے کیا؟ جب کہہ دیا: آپ پر سلامتی ہو، آپ سلامت رہیں تو یہ دعائے سلامتی میری طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ سے دعا ہے کہ اس کی طرف سے آپ پر سلامتی نازل ہو ـــــ سلامتی کا ہے کی، صحت کی سلامتی، جان کی سلامتی، عزت کی سلامتی، آبرو کی سلامتی، رزق کی سلامتی، ایک سَلَامٌ عَلَیْکُم میں زندگی کی تمام تر سلامتی کی دعا پوشیدہ ہے۔(نعرۂ حیدری)

بھئی توجہ ہے ـــــ!

الگ سے گزارش کرتے ہیں مولانا! دعا کیجئے گا، ارے! سَلَامٌ عَلَیْکُم تو قبول نہیں کرتے ہمارے اور آپ کے تیسرے امام حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"مت سلام کرو اسے جو سلام کا خواہش مند ہو اس لیے کہ جو سلام کا خواہش مند ہوتا ہے وہ مغرور ہوتا ہے اور اسے سلام نہ کرو کہ تمہارا سلام اس کے غرور میں اضافے کا سبب نہ بن جائے"۔(صلواۃ)

جہاں دس لوگ بیٹھے ہوں، اگر وہاں دو بھی بیٹھے ہوں اور وہاں کوئی تیسرا آ رہا ہو تو آنے والے پر حکم ہے کہ وہ سلام کرے چاہے بیٹھنے والے مرتبے میں اس

سے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

بھئی ــــــ!

یہ تہذیب اسلامی ہے، خدا کی قسم! اگر لفظ سلام کو آدمی سمجھ لے، اس کی تہذیب کو سمجھ لے تو پوری زندگی سنواری جا سکتی ہے، ہر تہذیب اسلام کی سوشل ہے۔

یہ منزلِ توجہ ہے۔

عزیزو ــــــ!

غور کرنے کے لائق ہے، کتنا اس میں ارتقاء ہے، کتنا اس میں تمدن ہے۔ چھوٹے کو حکم ہے کہ وہ بڑے کو سلام کرے، بڑے کو حکم ہے کہ وہ چھوٹے کو سلام کرے، اس لیے نہیں کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے کہ وہ بڑا ہے اور بڑا اس لیے چھوٹے کو سلام نہ کرے کہ اس میں کوئی خاص بات ہے۔

دیکھئے ــــــ!

تہذیب کیا اسلام دے رہا ہے؟ کہا: چھوٹا بڑے کو اس لیے سلام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، تو اس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی اور بڑا چھوٹے کو اس لیے سلام کرے کہ اس کی عمر کم ہے تو اس کے گناہ کم ہوں گے۔ (صلواۃ)

کسی پیدل چلنے والے کو حکم نہیں دیا گیا کہ سواری والے کو سلام کرے، اب جب سلام کا مرحلہ ہے تو سواری والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پیدل والے کو سلام کرے۔ (صلواۃ)

تو تہذیب سلام ہمارے سماج کو، ہماری محبتوں کو، ہمارے تمدن کو استوار کرنے میں، تہذیب سلام بہت معاون ہے۔

امامؑ گھر میں آ رہے ہیں تو سلام کر رہے ہیں اور عزیزو ــــــ! آنے کے بعد میرے مولاؑ نے ایک فقرہ کہا:

اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّی

''امی جان! میں یہاں یہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں بڑی پاک و پاکیزہ''۔

دیکھیے ــــــ!

خوشبوؤں کا بھی ایک بڑا فلسفہ ہے اور ہر خوشبو کا ایک نام ہے، جو انگلش خوشبو کہی جاتی ہیں، جو ایجاد کی جاتی ہیں تو وہ بازار میں بعد میں آتی ہیں، نام ان کا پہلے رکھا جاتا ہے، کسی خوشبو کو نام کے بغیر بازار میں نہیں لایا جاتا۔

توجہ ہے ــــــ!

کیوں کہ ہر خوشبو ایک نام سے پکاری جاتی ہے، اب اگر گلاب سونگھ رہے ہوں اور کہیں کہ کیا نفیس بیلا ہے، تو لوگ آپ کو بہت غور سے دیکھنے لگیں گے۔

کیوں بھئی ــــــ!

وہ بھی خوشبو ہے، یہ بھی خوشبو ہے۔ خوشبو بیلا بھی ہے، خوشبو گلاب بھی ہے، مگر آپ گلاب سونگھ رہے ہوں اور کہیں کیا نفیس بیلا ہے۔ پھر دیکھیے! کتنے لوگ آپ کو متوجہ ملیں گے۔

بھئی ــــــ!

دو ہی چیزیں ہیں حضور! معذرت کے ساتھ یا تو یہ سمجھا جائے گا کہ مشام میں کوئی بیماری ہے یا کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم ہی نہیں ہے کہ بیلے کی خوشبو کیا ہوتی ہے اور گلاب کی خوشبو کیا ہوتی ہے۔

تو یا نقصِ علم آئے گا یا نقصِ مرض آئے گا، دوسرا کوئی راستہ نہیں، ہر خوشبو کا ایک نام ہے گلاب۔ گلاب ہے، بیلا بیلا ہے، موگرا موگرا ہے، موتیا موتیا ہے، چنبیلی چنبیلی ہے۔ رات کی رانی رات کی رانی ہے۔

یہ خوشبو کا ایک نام ہے، اور کوئی خوشبو کسی سے مماثل نہیں ہوتی۔ پھولوں کو چھوڑ دیجیے۔ اگر عطر بھی کوئی سونگھتا ہے تو یہی کہتا ہے۔ کیا اچھا بیلا ہے، کیا اچھا گلاب ہے، یہ مجموعہ ہے، یہ فلاں ہے۔

توجہ ہے نا ـــــ!

امامؑ آئے تو ارشاد فرمایا:

اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّي

"یہ موتیا اور مونگرا نہیں ہے۔ یہ گلاب نہیں ہے، یہ خوشبو میرے ناناؐ کی ہے"۔ (نعرۂ حیدری)

بڑی پاک و پاکیزہ، بڑی لطیف خوشبو۔ "اماں جان! میں محسوس کر رہا ہوں وہی خوشبو جو میرے ناناؐ کی ہے"۔

یہ خوشبو کسی خوشبو سے نہیں ملتی۔ نہ اس کے مقابلے میں گلاب ہے، نہ موتیا ہے، نہ مونگرا ہے، نہ چنبیلی ہے، میرے ناناؐ کی خوشبو ہے۔

یہ مشامِ عصمت ہے، امام حسنؑ آئے تو کہا: میرے ناناؐ کی خوشبو، امام حسینؑ آئے تو لفظ بدلے نہیں، میرے ناناؐ کی خوشبو۔ مولائے کائناتؑ آئے، میرے بھائی کی خوشبو، لفظ بدلے نہیں اس لیے کہ یہ خوشبو ہی الگ ہے۔ مگر اس کو محسوس کرنے کے لیے مشامِ عصمت ضروری ہے۔

توجہ ہے ـــــ!

دربارِ عباسی میں ایک شخص آیا اور آنے کے بعد اس نے کہا: بھئی! یہ رسولؐ کے موئے مبارک ہیں، اس کی زیارت کریں اور مجھے کچھ انعام و اکرام دیں۔

دیکھئے ـــــ!

یہ کاروبار ہے چودہ سو سال پرانا، بادشاہ نے کہا: انعام تو میں دے ہی دوں

گا، مگر یہ کیسے طے ہوگا کہ یہ موئے مبارک رسولؐ ہی کے ہیں؟

خدا کی قسم! آلؑ موجود ہے، اس کی زیارت کی توفیق نہیں، غور کر رہے ہیں آپ!

اس نے کہا: دیکھو، یہ موئے مبارک میرے پاس ہیں اور میں کہہ رہا ہوں کہ یہ رسولؐ کے موئے مبارک ہیں۔ اگر تجھے انکار ہے تو دلیل تو لائے گا میں تھوڑی لاؤں گا۔

بھئی توجہ ہے ـــــ!

انکار کرنے والا دلیل لاتا ہے۔

دیکھیے ـــــ!

دنیا کی ہر عدالت میں یہ قانون ہے کہ جو قابض ہوتا ہے اس کا قبضہ ثبوت اور وجود مانا جاتا ہے۔ اب اگر وہ غاصب ہے تو جو منکر ہے دلیل وہ لائے گا۔

وہ کہہ رہا ہے یہ موئے مبارک رسولؐ کے ہیں، میرے پاس ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں تو ہیں، اگر تجھے انکار ہے تو دلیل تو لائے گا کہ یہ نہیں ہیں۔

اس نے اپنے درباری علماء سے کہا: بھئی! ذرا یہ مسئلہ حل کرو۔ یہ موئے مبارک رسولؐ کے ہیں کہ نہیں ہیں؟

یہ فقہ تو ہے نہیں کہ قیاس کریں، اس میں کوئی ضدِ عمل بھی نہیں ہے۔ یہ دیکھ آئیں کہ امامؑ کیا کرتے ہیں، اس کے اُلٹا کرلیں۔

یہاں تو معاملہ اب تحقیق کا ہے۔ علماء نے لاکھ سر جوڑے مگر مسئلہ کچھ حل نہ ہوا۔ کہا: بھئی! فرزندِ رسولؐ کو بلاؤ، موئے مبارک کا مسئلہ ہے۔ اگر فرزندِ رسولؐ آئے تو حل ہوگا۔

قرآن جو رسولؐ کے سینے پہ نازل ہوا اس کی تفسیر گھر گھر ہو رہی ہے، اس کی

تاویل نہیں ہوتی۔ اس کی تفسیر ہو رہی ہے، جو رسولؐ کے سینے میں نازل ہوا ہے قرآن، اس کی تفسیر و تاویل بھی وہی بتائے گا جو آلِ رسولؐ ہے۔

ہمارے اور آپ کے آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السلام کو بلایا گیا۔ کہا:

بھئی! کیا بات ہے۔

کہا: سرکار! یہ دعوے دار ہے کہ یہ موئے مبارک ہیں رسولؐ کے۔

امامؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، ذرا مجھے دے دیں۔ امامؑ نے اس کا شیشہ لیا اور موئے مبارک نکالنے شروع کیے۔ ایک ایک مُو کو امامؑ لیتے ہیں، دیکھتے نہیں ہیں بلکہ سونگھتے ہیں۔ (نعرۂ حیدری)

سونگھتے ہیں الگ الگ رکھ دیتے ہیں۔ بھئی! روایت نے تو یہی لکھا کہ چار الگ رکھے تین الگ رکھے۔

اس نے بھی پوچھا: یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟

فرمایا: جو اصلی میں نقلی ملا دیے گئے ہیں اسے الگ کر رہا ہوں۔ (صلواۃ)

امامؑ نے فرمایا: یہ اصلی ہیں میرے جدّ کے موئے مبارک۔

اب تیری مرضی ہے کہ اس کو انعام دے کہ نہ دے۔

کہا: مولاؑ! آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ یہ اصلی ہیں؟

فرمایا: ان سے میرے جد کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔

بھئی ــــــ!

بھرا ہوا دربار تھا، وہیں پہ علماء موجود تھے۔ موئے مبارک وہیں رکھے تھے مگر یہ خوشبو صرف مشامِ عصمت محسوس کرتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

اس سے میرے جد کی خوشبو آ رہی ہے، لیکن خوشبو مشامِ عصمت ہی محسوس کر رہی ہے۔ بادشاہ بھی کم ضدی نہیں تھا، وہ بھی تحقیق میں ہی لگا رہا۔

بھئی! محسوس آپ نے کی ہے ہم نے تو نہیں کی، ہم کیسے سمجھیں؟

ہمیں تو وہ دلیل چاہیے جو ہماری سمجھ میں آئے، امامؑ کو جلال آ گیا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ اصلی ہیں اور یہ نقلی ہیں، تو اب تجھے بھی مان لینا چاہیے۔ فرمایا: اب بھی تجھے یقین نہیں آتا تو آگ منگوا لے۔

آگ منگوا لی گئی، جو نقلی تھے ان کو اٹھایا امامؑ نے اور وہ ختم ہو گئے۔ فرمایا: یہ اصلی ہیں۔ امامؑ اب بھی تکلف کر رہے ہیں۔ امامؑ نے جیسے موئے مبارک کو اٹھایا تھا کہ آگ گل ہو گئی اور پھر امامؑ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں ہے ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ فخرِ ابراہیمؑ ہیں۔ (نعرۂ حیدری)

میرا جد علیؑ ابراہیمؑ کے ساتھ نارِ نمرود میں تھا، اس لیے آگ گلزار ہوئی۔ (صلواۃ)

ذکرِ مصائب (شہادتِ عونؑ و محمدؑ)

جب کربلا پہنچی ہیں تو یہی فقرہ دو محرم کو زبان زینبؑ پر آیا تھا: بھیا! اس مٹی سے تو میں تمہاری خوشبو محسوس کر رہی ہوں۔ بھیا! ہم کس زمین پہ آ رہے ہیں۔

آواز دی: اماں جائی! یہ کربلا ہے۔

آج پانچ محرم ہو گئی۔ زینبؑ کی ایک ہی فکر ہے کہ میرا بھیا بچ جائے، ہم سب کچھ قربان کر دیں گے۔ دو جوان بیٹوں کی ماں، عونؑ و محمدؑ نونہال نہیں تھے۔ نونہال قاسمؑ تھے، عونؑ و محمدؑ نے جہاں تک میدانِ کربلا میں جنگ کی ہے، وہاں تک کسی نے جنگ نہیں کی ہے۔

اور ذمہ داری ماں نے یہی دی ہے میرے لعل! ہر وقت ماموں کے ساتھ سائے کی طرح رہا کرو۔ میں مانتی ہوں کہ میرے بھیا کے لیے میرا عباسؑ کافی ہے۔

اور جب شبِ عاشور آتی ہے تو دونوں بچوں کو جنابِ زینبؑ مصلّٰی عبادت سے بلا لیتی ہیں۔ اپنے زانوؤں پہ سر رکھا اور بالوں میں کنگھی کرتی جا رہی ہیں اور چہروں کو دیکھتی جا رہی ہیں۔

زینبؑ نے اپنے بچوں کو حسرت سے نہیں دیکھا، جرأت سے دیکھا اور آواز دی: میرے لاڈلو! تمہیں معلوم ہے کہ تم نواسے کس کے ہو؟ اور پوتے کس کے ہو؟

پوتے ہو جعفر طیارؓ کے، جس نے سینے پہ نیزے کے نوے زخم کھائے اور علَم لے کر چلتا رہا اور پشت پر ایک خراش بھی تاریخ نے نہیں دیکھی۔

اور میرے لاڈلو! تم نواسے ایسے نانا کے ہو کہ جس نے ہر جنگ میں رسالتؐ اور دین کی حفاظت کی ہے، اور تلوار بھی کھائی ہے تو عالمِ سجدہ میں کھائی ہے۔

جملے پورے ہوئے، دونوں بچے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اماں! بس یہ بتا دے کہ یہ آپ یاد کیوں دلا رہی ہیں؟

کہا: لاڈلو! اس لیے یاد دلا رہی ہوں کہ کل عاشورہ ہے۔ میں یہی چاہتی ہوں اگر لڑنا ہے تو تمہیں پہلے لڑنا ہے اور اگر جان دینی ہے تو سب سے پہلے دینی ہے۔

اماں! ایک گزارش ہے ماموں سے اجازت آپ دلوا دیجیے گا۔

صبح ہوئی، ان دونوں بچوں نے صبح سے ہی اجازتِ جنگ طلب کرنی شروع کر دی۔ ابھی انصار و اعوان باقی ہیں مگر حسینؑ پیشانیاں چوم چوم کر واپس کرتے رہے اور بچے بار بار آ کر کہتے رہے: اماں! دیکھو ہمیں اجازت نہ ملی۔

زینبؑ تشریف لائیں، کہا: بھیا! کیا عونؑ و محمدؑ کو اجازت نہ ملے گی؟

امام حسینؑ تڑپ گئے، اجازت دے دی۔

بس ـــــــ گفتگو تمام کر دی عزادارو!

حسینؑ نے اجازت دے دی، دونوں بچے گھوڑے پر سوار ہوئے، میدانِ کربلا وہ میدان ہے جہاں کا ہر ایک شہید منفرد ہے۔

عونؑ و محمدؑ کی انفرادیت یہی ہے کہ یہ دو بہادر ایک ساتھ چلے ہیں اور مقابلہ کیا۔ لشکر کا کوئی حصّہ ایسا میدان میں نہیں چھوڑا جسے درہم برہم نہ کر دیا ہو۔ فرات کے کنارے تک پہنچ گئے یہ سپاہی، کچھ دیر گزری بچوں نے اپنی اپنی سواریاں موڑیں، بچے خوب لڑے۔ ادھر زینبؑ دعا مانگ رہی ہے۔

بس ـــــ!

ایک آواز گونجی: ماموں! ماموں! میری مدد کو آؤ۔

حسینؑ اور عباسؑ ان دونوں کے لاشوں پر پہنچے تو عونؑ و محمدؑ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ بچوں کے لاشے خیمے تک آئے۔ حسینؑ نے آواز دی: بہن! آؤ اپنی کمائی لے جاؤ۔

تمام بیبیوں نے حلقہ بنا لیا مگر کہیں زینبؑ نظر نہ آئی۔

حسینؑ نے آواز دی: فِضّہؑ! ذرا زینبؑ کو تلاش کرو۔

فِضّہؑ نے جا کر دیکھا تو ایک خالی خیمے میں زینبؑ سجدے میں سر رکھے ہوئے دُعا کر رہی ہے: پالنے والے! ہر قربانی گوارہ ہے میرا حسینؑ محفوظ رہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ششم

- خوشبوئے رسالتؐ کے لیے مشامِ عصمت ضروری ہے۔
- ہاتفِ غیبی نے صدا دی: ''حسینؑ کو دوسرا بچہ چاہیے''۔
- کیوں نہ یہ دونوں بچے ہم اسے واپس کر دیں، اس لیے کہ ماں بچوں کے بغیر کیسے جیئے گی؟
- رسولؐ نے حسینؑ کے گلے کا بوسہ لیا۔
- رسولؐ سجدے میں ہیں، اور پشت پر حسینؑ آئے۔
- اللہ نے جس نور کو صلبِ عبدالمطلبؑ میں الگ الگ کیا تھا، اجازت ہے کہ وہ ایک ہو جائے۔
- جب اللہ یہ کہے: یہ چادر کے نیچے جو ہیں ان کی محبت میں، مَیں نے یہ دنیا پیدا کی ہے اس کے باوجود بھی کہے۔
- یہ سارے اجسام منزلِ انوار میں ہیں۔
- زینبؑ اس شہزادی کا نام ہے جس نے ایک نہیں ہر ایک بنی ہاشم کو پالا ہے، زینبؑ ہر قربانی دینے کو تیار۔
- ماں علی اکبرؑ سے کہتی ہے: میں تجھے بھی قربان کر دوں گی، مگر میرا ماں جایا بچ جائے۔
- جب بھی علی اکبرؑ نکلنا چاہتے ہیں کوئی بی بی کلیجے سے لگا لیتی ہے۔

مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

آیۂ تطہیر کی شانِ نزول حدیثِ کساء، اس کا منظر اور پس منظر، اس حوالے سے گفتگو ہماری چھٹے مرحلے میں داخل ہوئی۔

کل میں نے بات یہاں تک کی تھی کہ جو بھی معصومؑ خانۂ زہراءؑ میں آیا، اس نے ایک ہی بات کہی:

اِنِّي اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّي

یا حسبِ مرتبہ۔

اَخِي

میں رسولؐ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اور وہ خوشبو صرف خوشبو نہیں ہے، رسولؐ کی خوشبو ہے۔

امام حسینؑ بھی تشریف لے آئے تو انہوں نے یہی کہا:

فَمَا كَانَتْ اِلَّا سَاعَةً وَّ اِذَا بِوَلَدِي الْحُسَيْنِ قَدْ اَقْبَلَ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّاهُ فَقُلْتُ وَعَلَيْكَ اَلسَّلَامُ

يَاوَلَدِی وَيَاقُرَّةَ عَيْنِی وَثَمَرَةَ فُؤَادِی فَقَالَ لِی يَا اُمَّاهُ
اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّی
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَقُلْتُ نَعَمْ اِنَّ جَدَّكَ
وَاَخَاكَ تَحْتَ الْكِسَاءِ فَدَنٰى الْحُسَيْنُ نَحْوَ الْكِسَاءِ
وَقَالَ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَامَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ اَتَاْذَنُ لِی اَن
اَكُونَ مَعَكُمَا تَحْتَ الْكِسَاءِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلاَمُ
يَاوَلَدِیْ وَيَاشَافِعَ اُمَّتِی قَدْ اَذِنْتُ لَكَ فَدَخَلَ مَعَهُ
تَحْتَ الْكِسَاءِ......(صلواۃ)

دیکھئے ــــــ!

لفظ نہیں بدلے۔

توجہ ہے ــــــ!

جن الفاظ میں امام حسنؑ نے بات کی انھی الفاظ میں امام حسینؑ نے بات کی یعنی رفتار میں، گفتار میں، انداز میں، الفاظ میں، اماموں میں فرق نہیں آیا۔

متوجہ ہیں ــــــ!

اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّی
رَسُولِ اللّٰهِ

''میں نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں''۔

میں نے ایک فقرہ عرض کیا تھا کہ خوشبوئے رسالتؐ کے لیے مشامِ عصمت ضروری ہے۔

توجہ ہے ــــــ!

مشامِ عصمت ضروری ہے، اور مشامِ عصمت تو مدتیں گزر جائیں، خوشبوئے

رسول محسوس کرنے والی مشام محسوس کر لیتے ہیں لیکن اگر سازش سوار ہو تو رسولؐ کے یہاں بھی خوشبو کی جگہ بُو نظر آتی ہے۔

دیکھئے ــــ!

ہر جملے کی تشریح نہیں کی جاتی، اٹھائیے قرآن! ــــ دیکھئے!

رسولؐ کے خلاف سازش تیار کی گئی۔

بھئی توجہ ہے ــــ!

دیکھئے!

میں بحث نہیں کرنا چاہتا لیکن کچھ اشارے ضروری ہوتے ہیں۔ قرآن نے یہ واقعہ نقل کیا رسولؐ کے خلاف سازش تیار ہوگئی کہ جب رسولؐ گھر میں داخل ہوں تو تم بھی یہی یہی کہنا جو میں کہوں گی۔

پہنچ گئے جناب ــــ!

طے ہوگئی سازش، اور اس کے بعد جب رسولؐ تشریف لے آئے، تو ایک نے بھی وہی کہا: بھئی! آپ کے دہن سے یارسولؐ اللہ! آج بُو آرہی ہے (معاذاللہ)

فرمایا: میں نے تو شہد کھائی ہے، یہ کیسی بات؟

انھوں نے گواہ میں دوسرے کو پیش کر دیا۔ کہا: ہاں! یہ صحیح کہہ رہی ہیں۔

رسولؐ نے شہد کھانا چھوڑ دیا، حکم آیا: ”اے حبیبؐ! جو چیز میں نے آپؐ پر حلال کی ہے، آپؐ اسے کیسے ترک کر سکتے ہیں“۔

دیکھئے ــــ!

یہ پھر سیرت ہو جائے گی۔

عزیزو!

اسی کا جواب دربار عباسی میں ملا کہ مدتیں بدل جاتی ہیں، سال گزر جاتے

ہیں، برس گزر جاتے ہیں مگر جسمِ رسولؐ کی خوشبو میں فرق نہیں آتا۔ (نعرۂ حیدری)

مشامِ عصمت چاہیے، الفاظ نہیں بدلے۔

اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّی رَسُولِ اللّٰهِ

"میں اپنے نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں"۔

جس کی تمثیل کوئی خوشبو نہیں ہو سکتی۔ کہا: ہاں! آپ کے نانا اور آپ کے بھائی چادر کے نیچے سو رہے ہیں۔

رسولؐ نے کیا کہا تھا؟

اِنِّی اَجِدُ فِی بَدَنِی ضُعْفًا

دیکھیے ____!

بات پہنچی چاہیے عزیزو!

"میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں"۔

بچے نے آ کر پوچھا: میں اپنے نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

دیکھیے ____!

اگر کوئی یہ کہے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تو دوسروں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ شور وغیرہ کو روکے، بچوں کو روکے، تاریکی رکھے، آرام دے، یہ سونے والے کی ذمہ داری نہیں ہے۔

معصومہؑ کو اپنا نگہدار بنایا، یہ کہہ کر کہ اِئْتِينِی بِالْكِسَاءِ الْيَمَانِی فَغَطِّينِی یہ "میری لاڈلی! مجھے اپنی چادر یمانی لا کر اوڑھا دو"۔

کیوں؟ اس لیے کہ میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔

اگر یہ طبیعت کی ناسازی ہوتی تو بچے نہ بھیجے جاتے۔

معصومہؑ! آپ کے باباؐ نے کہا تھا:

اِنّی اَجِدُ فِی بَدَنِی ضُعفًا

"میں ضعفِ بدن محسوس کر رہا ہوں مجھے ڈھانپ دو"۔

اب یہ بچوں کو کیوں بھیجے جا رہی ہیں؟ معصومہؑ جواب دیں گی، بھئی! میرے باباؐ نے کہا تھا: میرے بدن میں ضعف ہے، میں تو شفاء بھیج رہی ہوں۔ (نعرۂ حیدری)

کہا: میرے لعل! آپؑ کے ناناؐ اور آپؑ کے بھائی دونوں چادر کے نیچے سو رہے ہیں۔ جب بھائی بھی ہوں، اب حسینؑ رُکیں گے؟ ایک اشارہ دے دوں!

رسولؐ کے پاس ایک شکاری آیا، ہرن کا بچہ لیے ہوئے، امام حسینؑ کو دے دیا، امام حسینؑ اس وقت گھر میں تھے۔ امام حسنؑ ہرن کے بچے کو لے کر گھر میں آئے تو امام حسینؑ نے دیکھا، اور کہا: بھائی! کہاں سے پایا؟

کہا: ناناؐ نے دیا ہے، کہا: مجھے دوسرا چاہیے۔

بھئی ــــــ!

یہ کھلونا نہیں، ہرن کا بچہ ہے اور یہ مدینہ ہے امریکہ نہیں ہے۔

رسولؐ کے پاس آئے، کہا: مجھے دوسرا بچہ چاہیے۔

کہا: بیٹا! وہ ایک ہی تو بچہ تھا اور جیسے ہی حسینؑ نے یہ کہا: مجھے دوسرا چاہیے۔ اہلِ مدینہ نے دیکھا کہ ایک ہرن خود اپنے دوسرے بچے کو لیتی ہوئی، دوڑتی ہوئی مدینے میں داخل ہوئی اور مسجد نبویؐ میں آ کر کھڑی ہوگئی اور آ کر رسولؐ کے سامنے اپنی زبان بے زبانی میں کہا:

یا رسولؐ اللہ! میں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی اس لیے کہ دوڑتے دوڑتے تھک گئی اور میرا بچہ بھی دوڑتے دوڑتے تھک گیا تھا، اس لیے کہ ایک شکاری میرے بچے کا شکار کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنے دونوں بچوں کو بچانا چاہتی تھی، مگر ایک بچے کو

شکاری لے آیا اور میرا تھکا ہوا دوسرا بچہ میرے پاس تھا، میں اس بچے کو لے کر اسے سیراب کر رہی تھی، دودھ پلا رہی تھی کہ ہاتفِ غیبی نے صدا دی: ''حسینؑ کو دوسرا بچہ چاہیے''۔

یا رسولؐ اللہ! میں یہ دوسرا بچہ لے کر حاضر ہوگئی، یہ میری طرف سے حسینؑ کو ہدیہ کردیں، یہ تو ایک منظر ہے، ورنہ ایسے ایک سو منظر ہیں مسجد نبویؐ کے۔

امام حسینؑ کو جب وہ بچہ ملا، تو حسینؑ دوڑے ہوئے، گھر میں گئے اور بھائی حسنؑ سے کہا: بھیا! ہرن میرے لیے دوسرے بچے کو لے آئی۔

اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ عَینَایَ

''حسنؑ اور حسینؑ دونوں میری آنکھیں ہیں''۔

مگر بھیا! ایک بات بتاؤ، کیوں نہ یہ دونوں بچے ہم اسے واپس کردیں، اس لیے کہ ماں بچوں کے بغیر کیسے جیئے گی؟

امام حسنؑ نے بھی وہ بچہ اس کے حوالے کردیا۔ امام حسینؑ نے بھی وہ بچہ اس کے حوالے کردیا۔ ہرن پھر واپس چلی گئی۔

تو عزیزو ــــــ!

رسولؐ نے آغوش میں حسنینؑ کو بٹھایا، اور بٹھانے کے بعد حسنؑ کے دہن کا بوسہ دیا۔ امام حسینؑ نے بھی اپنا دہن آگے بڑھایا۔ رسولؐ نے حسینؑ کے گلے کا بوسہ لیا، جب تیسری بار بھی حسینؑ کے گلے کا بوسہ لیا تو امام حسینؑ کچھ بولے نہیں۔ آہستہ سے اُٹھے اور اُٹھنے کے بعد بیت الشرف میں آئے۔ اماں کے پاس آکر کہا: اماں! میرے دہن سے بُو تو نہیں آرہی؟

جنابِ سیدہؑ نے دہنِ حسینؑ کو بوسے دیئے اور کہا: بیٹا! یہ خیال کیسے آیا؟ آپؑ کے دہن سے تو خوشبو آرہی ہے۔

کہا: اماں! میں نے کئی بار چاہا کہ ناناً میرے دہن کا بوسہ لیں مگر ناناً نے میرے گلے کو چوما، میرے دہن کو نہیں چوما۔ جس طرح کہ میرے بھیا حسنؑ کے دہن کو چوما۔

بتولؑ محرابِ مسجد تک آ گئی۔ بتولؑ حسینؑ کو لیے ہوئے مسجد نبویؐ میں آ گئیں، محراب تک آ گئیں۔ باباً جان!

بیٹی! کیا بات ہے؟

کہا: آپؐ نے حسنؑ کے دہن کے بوسے لیے اور حسینؑ کے گلے کو چوما، حسینؑ چاہتا ہے اس کے دہن کو چوم لیا جائے۔

فرمایا: اے سیدہؑ! میں بتا دوں تو تم سن نہ سکو گی۔ میں نے حسنؑ کا دہن اس لیے چوما ہے کہ اس کو زہر دی جائے گی۔ میں نے حسینؑ کے گلے کو اس لیے چوما ہے کہ اس پر کند خنجر چلے گا۔ (صلواۃ)

یہ فضائل کے بڑے عجیب پہلو ہیں عزادارو!

معصومہؑ نے کہا:

اِنَّ جَدَّكَ وَاَخَاكَ تَحْتَ الْكِسَاءِ

"میرے بیٹے! آپؑ کے ناناً اور آپؑ کے بھائی، دونوں چادر کے نیچے سو رہے ہیں"۔

فوراً امام حسینؑ آئے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّاهُ

"اے میرے جد! آپ پر میرا سلام ہو"۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ

جہاں تعارفِ رسولؐ تھا، وہاں سارے لفظ ایک جیسے، لیکن جہاں خطاب ہے

وہاں خطاب بدل گیا۔

غور کیجیے گا ــــ!

خطاب حسنؑ سے بدل گیا، امام حسنؑ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّاهُ يَا رَسُولَ اللّٰه

امام حسینؑ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَامَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ

یعنی مصطفیؐ

توجہ ہے ــــ!

ایک نے رسالت کو سلام کیا، دوسرے نے مصطفائی کو سلام کیا۔ اسی لیے
یہی دو منصب ہیں رسولؐ کے ساتھ، رسولؐ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ تنہا مصطفیؐ ہیں
بھی ــــ!

انبیاءؑ اور بھی مصطفیٰ ہیں مگر اصطفاء کی وہ شان نہیں ہے کسی کے پاس کہ لقب
مصطفیٰ ہو جائے۔

توجہ ہے ــــ!

اب آئیے اختتام پر ــــ! رسولؐ نے جب قسم کھائی ہے تو قسم کی دوئی کھا
ہے، اپنی رسالتؐ کی قسم اور اپنے مصطفیٰ ہونے کی قسم۔ (نعرۂ حیدری)

وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالحَقِّ نَبِیّاً وَاصْطَفَانِی بِالرِّسَالَةِ نَجِیًّا

امامؑ نے کہا:

يَامَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ اَتَاذَنُ لِی اَنْ اَكُونَ مَعَكُمَا تَحتَ الكِسَاءِ

فرمایا: ہاں میرے لعل آ جاؤ۔

امام حسینؑ بھی چادر میں آ گئے، پھر مولائے کائناتؑ اور جناب معصومہؑ بھی

آئیں۔خدا کی قسم! یہ چادر کا منظر میری سمجھ میں نہ آتا اگر امام حسینؑ نہ ہوتے، ورنہ سمجھ میں تو جبرئیلؑ کے بھی نہ آیا تھا۔

جب اللہ نے یہ کہا: میں نے دنیا تو انھی کے لیے بنائی ہے، اِن کی محبت میں کہ جو چادر کے نیچے ہیں۔ جھولا جھلاتے ہیں، چکی چلاتے ہیں۔

خدا کی قسم! درِ زہراءؑ بھی عجیب ہے، جنابِ جبرئیلؑ کا صرف اور صرف ایک کام ہے اور وہ ہے اللہ کے برگزیدہ نبیوںؑ، پیغمبروںؑ کے ہاں پیغامات پہنچانا، تنہا خانہ زہراء ہے جہاں پیغام نہیں خدمت کے لیے آئے ہیں۔

جناب اُم ایمنؓ نے خانہ زہراءؑ کو دیکھا، ایک جھلک دیکھ کر گھبرا گئیں، رسولؐ کے پاس گئیں۔ یارسولؐ اللہ! سیدہؑ آرام فرما رہی ہیں، چکی خود بخود چل رہی ہے، حسینؑ کا جھولا بھی جھل رہا ہے اور حسینؑ بھی آرام کر رہے ہیں۔ یارسولؐ اللہ یہ عجیب منظر ہے۔

کہا: اُم ایمنؓ! گھبراؤ نہیں، میری بیٹی بہت تھک گئی تھی اللہ نے اس پر نیند کو تھوڑی دیر کے لیے غالب کر دیا کہ اس کی کنیز خاص آرام کرے، مگر کام میں خلل نہ پڑے کہ اُٹھ کر زہراءؑ کو افسوس ہو، لہٰذا جبرئیلؑ! جاؤ چکی چلاؤ، میکائیلؑ جاؤ جھولا جھلاؤ۔

عزیزو______!

یہ سب منزلِ درود ہے، یہ فضائل کے بڑے عجیب رُخ ہیں، بڑے عجیب مرتبے ہیں، اور یہاں درود ہی اصل میں، گویا تعریف بھی ہے اور درود ہی اصل میں ان فضائل کو جذب کرنے کا تیقن بھی ہے۔

توجہ ہے نا آپ کی____!

یقین دہانی بھی ہے عزیزو!

فرشتگانِ قدرت عظیم المرتبت، درِ سیدہؑ یہ سارے بڑے بڑے کام چھوڑ کر آتے ہیں، چکی چلانے، جھولا جھلانے، اس لیے کہ ساری بڑی عبادتوں سے بڑی عبادت خدمتِ زہراءؑ ہے۔

یہ ہے خانۂ زہراءؑ، جو اتنی بار آیا گیا ہو، وہ

يَا رَبِّ وَمَن تَحتَ الكِسَاءِ

یا اللہ! یہ چادر کے نیچے کون لوگ ہیں؟"

ارے بھئی ــــــ!

پہلی بار دیکھا ہو، یا دوسری بار دیکھا ہو، لیکن جو اتنی بار خانۂ زہراءؑ پر آیا گیا ہو۔ جب اللہ یہ کہے: یہ چادر کے نیچے جو ہیں ان کی محبت میں، مَیں نے یہ دنیا پیدا کی ہے اس کے باوجود بھی کہے۔

يَا رَبِّ وَمَن تَحتَ الكِسَاءِ

اب اسے آپ کیا کہیں گے؟

انجان بن رہے ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟

بھئی ــــــ!

ایک توجیہہ تو یہ بھی کی گئی کہ کبھی کبھی تعارف کرانے کے لیے بھی انجان بنا جاتا ہے، تا کہ مرتبہ کھلے۔ یہ توجیہہ بھی کی گئی کہ جناب جبرئیلؑ نے صرف اس لیے پوچھا تا کہ اللہ یہ بتائے، تو حدیث قدسی بنے، تعارف بنے۔

مجھے یہ توجیہہ قبول ہے، منظور ہے۔

مگر عزیزو ــــــ!

یہ بات یا اس طرح کا لاعلم بننا، اس کے سامنے ممکن ہے جو عالم الغیب نہ ہو، اللہ تو عالم الغیب ہے، اس نے ٹوکا کیوں نہیں؟

مگر جیسے ہی کہا:

یَا رَبِّ وَمَن تَحْتَ الْكِسَاءِ

ویسے ہی قدرت کی طرف سے تعارف شروع ہوگیا۔

یہ مسئلہ کیا ہے کہ جبرئیلؑ نے کیوں نہ پہچانا؟ تو پھر میں وہ جملہ دہراؤں کہ میں نے بھی پہچانا، تو صرف حسینؑ کی شمولیت کی بنیاد پر، ورنہ میری سمجھ میں بھی حدیثِ کساء کا منظر نہ آتا، اور وہی وجہ تھی کہ جبرئیلؑ نے بھی نہ پہچانا۔ (صلواۃ)

دیکھیے ــــــ!

تنہا ذاتِ حسینؑ، وہ ہے کہ رسولؐ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ بے تکلف ہے۔ رسولؐ سجدے میں ہیں، اور پشت پر حسینؑ آئے۔

عزیزانِ گرامی!

سب سے زیادہ بے تکلف ذاتِ حسینؑ ہے، سجدے میں رسولؐ ہیں، اور پشت پر حسینؑ آ گئے۔

اُٹھا کر دیکھیے کتاب، کیا پوچھا تھا؟ کہ یارسولؐ اللہ! میں بیٹھ جاؤں؟ پوچھنے کی جگہ تو وہ تھی کہ آپ نماز میں ہیں مگر پوچھا نہیں۔

رسولؐ مخاطب ہیں اصحاب سے، حسینؑ بیت الشرف سے آئے اور رسولؐ کے کاندھے پہ چڑھ کر بیٹھ گئے۔ پوچھا: نہیں پوچھا۔ رسولؐ کی گود میں آ کر بیٹھ گئے۔ پوچھا؟ نہیں پوچھا۔ عید کا موقع ہے، منہ کیے ہوئے ہیں نانا! مجھے تو ناقہ چاہیے۔ کہا: آؤ کندھے پہ بیٹھ جاؤ۔ کہا: ہاں! بیٹھیں گے، بیٹھ گئے۔

یہ خیال رہے کہ تہذیب میں ایک تربیت کرنے والا باہر باتکلف ہوتا ہے، گھر میں بے تکلف ہوتا ہے اور یہاں سارا معاملہ اُلٹا ہوگیا۔ بھرا ہوا مدینہ، عید کا منظر، ہزاروں ساتھ، رسولؐ نماز پڑھانے جا رہے ہیں۔

حسینؑ نے کہا: میں کاندھے پر بیٹھوں گا۔ کہا: ہاں! آؤ بیٹھو، بیٹھ گئے۔

توجہ ہے___!

کہا: ناناؐ! میرا ناقہ بول نہیں رہا ہے، یہ تمام لوگوں کے سامنے اتنی بے تکلفی؟

توجہ___!

لوگوں کے سامنے اتنی بے تکلفی اور گھر میں

اَتَاذَنُ لِي اَن اَكُونَ مَعَكُمَا تَحتَ الكِسَاءِ

"اجازت ہے کہ میں چادر میں آ جاؤں؟"___! (نعرۂ حیدری)

بھئی توجہ ہے___!

اچھا!

اگر اتنا ہی احتیاط کا مرحلہ تھا تو سیدہؑ نے کیوں نہ روک لیا؟ کہ لاڈلے! مت جاؤ، ناناؐ اجازت نہیں دیں گے۔ سیدہؑ نے روکا نہیں، بھیج دیا۔

اور جو باہر اتنا بے تکلف ہو، وہ کھڑا ہو کر آواز دے: ناناؐ جان! کیا اجازت ہے؟ مَیں چادر میں آ جاؤں؟

عزیزو___!

مسئلہ کیا ہے؟ حسینؑ چادر میں آنے کے لیے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ مسئلہ چادر میں آنے کی اجازت کا نہیں ہے، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ناناؐ جان! اللہ نے جس نور کو صلبِ عبدالمطلبؑ میں الگ الگ کیا تھا، اجازت ہے کہ وہ ایک ہو جائے۔ (نعرۂ حیدری)

ناناؐ جان! اجازت ہے؟ آپؐ اوّل نور ہیں، آپؐ مشتق نورِ الٰہی ہیں، آپؐ کا نور سب سے پہلے اللہ نے خلق کیا ہے، پھر اس نور کے یہ اجزاء بنائے ہیں کہ سب کو کُلُّنَا مُحَمَّد کا مصداق بنا دیا ہے۔

ناناجان! جس نور کو صلبِ عبدالمطلبؑ میں اللہ نے الگ الگ کیا ہے، کیا اجازت ہے کہ وہ ایک ہوجائے؟

أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَكُونَ مَعَكُمَا تَحْتَ الْكِسَاءِ

کہا: ہاں! میرے لعل! یہی تو میرا ضعفِ بدن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل مباہلہ میں جانے سے پہلے، یہ سارے سچے نور، ازلی صورت میں آجائیں۔

یہ چادر جو چند فٹ کی تھی، جو جنابِ سیدہؑ کو پوری نہ ہوتی تھی، اور اِدھر ایک دو نہیں، پانچ نفوس، الگ الگ جسامت والے، اور چادر میں سب آتے جارہے ہیں۔ چادر نہیں بڑھ رہی ہے، یہ سارے اجسام منزلِ انوار میں ہیں۔ جبرئیلؑ کی گھبراہٹ یہی ہے کہ جب سے آنکھ کھولی تھی، سب کو الگ الگ دیکھا تھا، یہی وہ کلمات تھے جو سوالِ آدمؑ میں تھے مگر آج رسولؐ کی اجازت سے، سب جو ایک ہوگئے، تو روز کا آیا گیا فرشتہ بھی پہچان نہیں پارہا ہے۔

یَا رَبِّ وَمَنْ تَحْتَ الْکِسَاءِ ــــــ (نعرۂ حیدری)

بس عزیزو!

ذکرِ مصائب (شہادتِ علی اکبر علیہ السلام)

وہ حسینؑ جو رسولؐ کا اتنا لاڈلا ہو، وہ حسینؑ جو بتولؑ کا اتنا لاڈلا ہو، اسے زینبؑ کیسے مرنے دے گی۔

زینبؑ اس شہزادی کا نام ہے جس نے ایک نہیں ہر ایک بنی ہاشم کو پالا ہے، زینبؑ ہر قربانی دینے کو تیار۔

جنابِ علی اکبرؑ کو بھی جنابِ زینبؑ نے پالا ہے مگر زینبؑ عونؑ و محمدؑ کو قربان کرچکی، اکبرؑ کو بھی قربان کردے گی، بس! ماں جایا بچ جائے، اس لیے کہ کساء کا یہی

چشم و چراغ ہے۔ زینبؑ نے بھی کہا تھا:

بھیا! تم صرف نورِ نظر ماں کے نہیں ہو بلکہ کساء کے تم ہی چشم و چراغ ہو، بھیا! میں تمہیں کیسے مرنے دوں؟

بڑی مشاورت ہے حسینؑ کی زینبؑ سے۔

یہاں تک کہ عونؑ و محمدؑ جیسے بیٹوں کو قربان کر دینے والی ماں علی اکبرؑ سے کہتی ہے: میں تجھے بھی قربان کر دوں گی، مگر میرا ماں جایا بچ جائے۔

جنابِ امام حسینؑ سے جب علی اکبرؑ نے اجازت طلب کی ہے، تو میرے آقا نے بھی کہا ہے: جاؤ میرے لعل! پہلے اپنی پھوپھی اماں سے اجازت لے لو، اس لیے کہ زینبؑ نے عجیب انداز سے پرورش کی ہے۔ اگر اس تربیت اور اس پرورش کو سمجھنا ہے تو ان الفاظ سے سمجھو جہاں حسینؑ یہ کہہ رہے ہیں:

"پالنے والے! میں تیری بارگاہ میں اس بیٹے کو بھیج رہا ہوں جو رفتار میں، گفتار میں، چال ڈھال میں میرے ناناؐ کی شبیہ ہے"۔

یہ ہے تربیتِ زینبؑ، علی اکبرؑ جب نکلے ہیں تو زینبؑ کے خیمے سے۔

راوی کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ متعدد بار خیمے کا پردہ اٹھتا ہے اور گرتا ہے۔ جب بھی علی اکبرؑ نکلنا چاہتے ہیں کوئی بی بی کلیجے سے لگا لیتی ہے، میرے لعل! حسینؑ پہ کیا گزرے گی، تیرا جنازہ بوڑھا باپ کیسے لائے گا۔

عزادارو ــــــ!

علی اکبرؑ گھوڑے پہ سوار ہوئے اور چلے، کچھ دور چلے تھے کہ پلٹ کر دیکھا تو بابا چلے آ رہے ہیں، اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا۔ دوڑے ہوئے آئے۔ کہا: بابا! آپؑ نے تو رخصت کر دیا تھا، بابا! آپؑ پھر کیوں چلے آ رہے ہیں؟

حسینؑ نے کہا: بیٹا علی اکبرؑ! کاش تم بھی صاحبِ اولاد ہوتے۔

بس ــــ!

گفتگو تمام کر دی میں نے، علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں آئے۔ جو سب سے زیادہ زندہ رہا، وہ سب سے زیادہ پیاسا رہا۔ حسینؑ سے پہلے ہے شہادت علی اکبرؑ۔ اتنی پیاس، اس کے باوجود اتنی زبردست جنگ ہے علی اکبرؑ کی۔

یہ واحد سپاہی ہے جو میدانِ جنگ سے واپس پلٹا اور کہا: بابا! پیاس سے کلیجہ کباب ہُوا جا رہا ہے۔

حسینؑ نے کلیجے سے لگا لیا، کہا: میرے لعل! لاؤ اپنی زبان میرے دہن میں رکھ دو۔ دہن میں باپ کے زبان رکھی تو کہا: بابا! آپ تو مجھ سے زیادہ پیاسے ہیں۔

کہا: جاؤ میرے لعل! تمہیں تمہارے دادا حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے۔

علی اکبرؑ اُدھر حوضِ کوثر سے سیراب ہوتے رہے اِدھر بوڑھا باپ کلیجے سے جوان لاشہ اٹھائے ہوئے خیمے کی طرف، آؤ بنی ہاشم کے بچو! سہارا دو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

مجلس ہفتم

- صدرِ اسلام میں تنہا علیؑ امیر المومنینؑ پکارے جاتے تھے۔
- حدیث معصومہؑ بیان کر رہی ہیں، منظر نگاری معصومہؑ کر رہی ہیں۔
- یہ مرحلہ ہے مباہلے سے پہلے کا، اور مباہلہ ہے اختتام تاریخِ اسلام پر۔
- حضرت ابوطالبؑ سے زیادہ قریبی کوئی نہیں ہے۔
- حضرت ابوطالبؑ ہی رسولؐ کے سگے چچا ہیں اور جتنے ہیں سب سوتیلے ہیں۔
- سردار قبیلہ تو مَیں ہوں اور رہوں گا، یہ سردارِ انبیاءؑ ہیں۔
- یہ سردار انبیاءؑ ہیں۔ کھانے والوں میں نہیں ہیں، کھلانے والوں میں ہیں۔
- ''آج کُلِ ایمان کُلِ کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے''۔
- ''کون ہے جو اس کُتے کے مقابلے میں جائے؟''
- کبھی رسولؐ کی صدا صدائے بازگشت نہیں ہو سکتی۔
- بیٹا! موت کیسی ہے تمہارے نزدیک؟
- چچاِ! شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس لیے کہ ہم حق پہ جان دے رہے ہیں۔
- میرے لعل قاسمؑ! میں نہیں ہوں گا، میرے بھائی حسینؑ پہ قربان ہو جانا۔

مجلسِ ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

حدیثِ کساء اور اس کا منظر اور پس منظر کے حوالے سے میری گفتگو مسلسل جاری ہے۔

آج ساتویں مرحلے میں بات یہاں تک پہنچی کہ پروردگارِ عالم نے جس طہارت کا تذکرہ صاحبانِ تطہیر کے لیے کیا، ان میں چادرِ کساء میں تیسری ذات گرامی مولائے کائنات علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تھی ــــــ (صلواۃ)

امامانِ حسنینؑ کے بعد مولائے کائناتؑ گھر میں تشریف لے آئے، معصومہؑ فرماتی ہیں:

"کچھ دیر گزری تھی کہ مولائے کائناتؑ بھی گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے بھی مجھے سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اے رسولؐ زادی! آپ پر میرا سلام ہو"۔

تو میں نے بھی انھیں جوابِ سلام دیا:

وَعَلَيكَ السَّلَامُ يَا اَمِيرَ المُؤمِنِينَ

''اے مومنوں کے امیر! آپؑ پر میرا سلام ہو''۔

فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اِنِّي اَشُمُّ عِندَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ اَخِي وَ ابنِ عَمِّي رَسُولِ اللّٰه

تو انہوں نے بھی کہا: میں یہاں بڑی پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے بھائی اور میرے چچازاد رسولؐ اللہ کی خوشبو ہو۔

فَقُلتُ نَعَم هَا هُوَ مَعَ وَلَدَيكَ تَحتَ الكِسَاءِ

میں نے کہا: ہاں! آپ کے بیٹے اور رسالت مآب چادر کے نیچے سو رہے ہیں''۔

فَاَقبَلَ عَلِيٌّ نَحوَ الكِسَاءِ

''تو امیر المومنینؑ بھی تشریف لائے''۔

قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَتَاذَنُ لِي اَن اَكُونَ مَعَكُم تَحتَ الكِسَاءِ

''اجازت ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ میں بھی چادر میں آ جاؤں؟''

تو پھر مولائے کائناتؑ بھی داخل ہو گئے۔

عزیزو____!

یہ حدیثِ زہراؑ ہے، بیان ہو رہی ہے صدرِ اسلام میں۔

دیکھیے____!

بات توجہ کی ہے، یہ حدیثِ زہراؑ ہے، صدیقہ کی زبان سے نکلے ہوئے فقرے، اور گفتگو کر رہی ہیں صدرِ اسلام میں۔

روایت کر رہی ہیں اور بیان کر رہی ہیں۔ جنابِ جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے،

جو مدینے کے ہیں۔

توجہ ہے نا ــــــ!

اور معصومہؑ فرماتی ہیں: حسنینؑ کے بعد ابوالحسنؑ تشریف لے آئے اور آنے کے بعد انھوں نے مجھے سلام کیا۔

سلام ہوا ہے اے رسولؐ زادی! آپ پر، بی بی فرماتی ہیں:

تو میں نے جوابِ سلام میں کہا:

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ

جابرؓ نے ٹوکا نہیں، شہزادی! ابھی علیؑ امیرالمومنین کہلاتے کہاں ہیں؟

توجہ ہے ــــــ!

کہنا چاہیے تھا نا، شہزادی! ابھی تو امیرالمومنینؑ کہلاتے کہاں ہیں؟

جنابِ جابرؓ نے نہ صرف یہ لفظ قبول کیے بلکہ روایت بھی کی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صدرِ اسلام میں تنہا علیؑ امیرالمومنینؑ پکارے جاتے تھے۔

دیکھیے ــــــ!

یہ راز ہیں جنھیں بنواُمیہ کے قلم فروختہ راویوں نے مسخ کیا، مگر حق کو کون چھپا سکتا ہے۔ مولائے کائناتؑ کی ذات صدرِ اسلام میں اس طرح امیرالمومنینؑ پکاری جاتی تھی کہ وہ صحابی جو رسولؐ کے مستند صحابی تھے وہ مولائے کائنات کو سرِ بازار بھی سلام کرتے تھے تو اسی طرح کرتے تھے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

"اے مومنوں کے امیر! آپؑ پر میرا سلام ہو"۔

مولائے کائناتؑ نے جو بات کہی:

اِنِّي اَشَمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ اَخِي

وَابنِ عَمِّی رَسُولِ اللّٰہ

دیکھئے توجہ رہے ــــ!

حدیث معصومہؑ بیان کر رہی ہیں، منظر نگاری معصومہؑ کر رہی ہیں۔ مولائے کائناتؑ نے کہا: ”میں اپنے بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، اللہ کے رسولؐ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں“۔

اس خطاب کا کیا مطلب؟

بھئی ــــ!

یا تو بھائی کہہ لیا ہوتا، یا چچازاد بھائی کہہ لیا ہوتا۔

دیکھئے ــــ!

یہ مرحلہ ہے مباہلے سے پہلے کا، اور مباہلہ ہے اختتام تاریخِ اسلام پر۔

روایت کر رہی ہیں معصومۂ عالمؑ، گواہ بن رہے ہیں جابرؓ ابن عبداللہ انصاری جیسے صحابی اور معصومہؑ فرماتی ہیں کہ علیؑ نے میرے پاس آ کر کہا: ”میں اپنے بھائی اور چچازاد کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں“۔

بھئی ــــ!

دونوں لفظوں کی ضرورت کیا ہے؟ جب وَابنِ عَمِّی کہہ دیا تو اَخِی نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ خیال رہے کہ تہذیب عرب میں وَابنِ عَمِّی یعنی چچازاد کو چچازاد ہی کہتے ہیں۔

اب مولائے کائناتؑ کو وَابنِ عَمِّی ہی کہنا چاہیے تھا مگر وَابنِ عَمِّی سے پہلے فرمایا: اَخِی۔

”میں اپنے بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں“۔

جب بھائی کہہ دیا تو چچازاد نہیں کہنا چاہیے تھا، مگر مولائے کائناتؑ نے دونوں

لفظ بیان فرمائے اور معصومہؑ نے اس کی روایت کر کے اس حدیث کا گواہ بنایا جنابِ جابرؓ ابن عبداللہ انصاری کو۔

معصومہؑ نے گویا بتایا کہ علیؑ کے میرے باباؐ کے ساتھ اور بھی رشتے ہیں مگر تمام رشتوں کے ساتھ بھائی پہلے ہے۔ (صلواۃ)

جنابِ معصومہؑ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ رسولؐ میرے بھائی ہیں؟ حالانکہ ان دونوں رشتوں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

غور کر رہے ہیں آپ ــــــ!

ان دونوں رشتوں کے پکارنے کی ضرورت ہی کیا تھی مگر یہ دونوں رشتے انتہائی تاریخِ اسلام پر بتائے جا رہے ہیں اور یہ روایت ہو رہی ہے اور یہ خیال رہے کہ پھر مولائے کائناتؑ سوال بھی کرنے والے ہیں کہ یا رسولؐ اللہ! "ہمارا یہاں جمع ہونے کا فائدہ کیا ہے؟"

یعنی علیؑ بھی چاہتے ہیں کہ حدیثِ کساء کا ایک ایک لفظ روایت کیا جائے۔

بھئی! روایت ہوگی تبھی تو بیان ہوگی، کوئی بتائے گا تبھی تو پڑھی جائے گی۔

حدیثِ کساء میں یہ فقرہ ہے نا کہ "جہاں بھی یہ حدیث پڑھی جائے گی جب تک وہ لوگ متفرق نہ ہوں گے تب تک فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے" تو جب بیان ہی نہ ہوگی تو پڑھی کیسے جائے گی۔

اس کا مطلب ہے کہ مولائے کائناتؑ یا اہلِ بیتؑ کی یہ پالیسی ہے کہ یہ بیان کی جائے تو جب بیان ہوگی تو پڑھی جائے گی۔ جب بیان ہوگی تبھی تو یہ الفاظ پہنچیں گے۔ علیؑ نے انتہائی تاریخِ اسلام کے وقت رسولؐ کا تعارف کرایا تو اس طرح سے:

اَخِیْ وَابْنِ عَمِّیْ

"میں اپنے بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں"۔

میں اپنے چچازاد بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں"۔

سیدہؑ کو بتانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ زمانے کو یاد دلانا ہے، یہ زمانے کو یاد دلانے کی منزل ہے۔

یاد کیا دلانا ہے؟ ایسا ہی خطاب رسولؐ کا بھی تھا۔ جب رسولؐ نے اپنے چچازاد بھائیوں کو اور اعزہ کو بلوایا۔ رسولؐ کے چچا بھی اور چچازاد بھی، سارے اعزہ موجود ہیں۔ اور ان کے سامنے علیؑ کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر رسولؐ نے بھی ایک تعارف کرایا تھا۔

هٰذَا اَخِیْ

"یہ میرا بھائی ہے"۔

ارے ___ ! کون نہیں جانتا، ابولہب نہیں جانتا؟ کیا اس کے بیٹے نہیں جانتے؟

توجہ ہے ___ !

یا دوسرے بنی ہاشم نہیں جانتے؟ کہ علیؑ میں اور رسولؐ میں بھائی کا رشتہ ہے، مگر یہ خیال رہے کہ دعوتِ ذوالعشیرہ میں رسولؐ نے علیؑ کو وَابْنِ عَمّی نہیں کہا۔ اَخِی کہا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

وہاں وَابْنِ عَمّی کہنا تھا، تہذیب عرب کے حوالے سے۔

میں آپ کو یاد کراؤں، تہذیب عرب کی دلیل کیا ہے؟

جب ہارون الرشید آیا ہے، زیارتِ رسولؐ کے لیے، تو اس نے رسولؐ کو سلام کیا، مجمع عام میں وہ ہی کہہ کے کیا۔

"اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر میرا سلام ہو"۔

توجہ ہے نا ___ !

"اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر میرا سلام ہو"۔

یہ تھا بنی عباس اور جنابِ عباس، جناب ابوطالبؑ کے بھائی تھے، جناب عبداللہ کے بھائی تھے۔ تو اس طرح سے مولائے کائناتؑ اور رسالت مآبؐ کو اس نے جب بھی خطاب کیا تو وَابْنِ عَمِّی کہہ کے "اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر میرا سلام ہو"۔ یعنی اُوپر سے رشتہ ہے۔

فرزندِ رسولؐ معصومؑ وہیں کھڑے تھے اور انھوں نے براہِ راست اس کے بعد سلام کیا۔

"اے میرے بابا! آپ پر میرا سلام ہو"۔

جَد نہیں کہا، امامؑ نے جب ہارون الرشید کے پاس اپنے جد کو سلام کیا تو یہی کہا: "اے میرے بابا! آپ پر میرا سلام ہو"۔

بھئی ـــــ!

باپ کیوں کہا؟ اس لیے کہ نانا جد کہتے آئے ہیں، چونکہ اس نے اپنے کو بلند کرنے کے لیے یہ کہا تھا: "اے میرے چچا کے بیٹے!"

تو بھئی ـــــ!

چچازاد بیٹے کی بنیاد پر، چچا کا بیٹا وہ اور مرتبے والا ہوگا اور براہِ راست بیٹا......؟

تو امامؑ نے جو سلام کیا وہ یہ کہہ کر کیا: "اے میرے باپ! آپ پر میرا سلام"۔

یہ رشتہ امامؑ نے لیا جو مباہلہ میں، رسولؐ کے لیے کہا گیا ہے: "تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں" ـــــ (نعرۂ حیدری)

تو رسولؐ سے حسنینؑ کا ایک رشتہ تو یہ ہے کہ وہ نانا ہیں، جبکہ پکارا تو جد پکارا۔ اس حدیثِ کساء میں بھی یہی ہے۔

اِنِّی اَشُمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّی

ایک رشتہ تو یہ ہے، اور ایک رشتہ قرآنی رشتہ ہے، وہ نانا کا نہیں ہے، وہ بیٹے کا ہے تو براہِ راست بیٹے کا رشتہ ہے، اور اسی رشتہ کی بنیاد پر حسنینؑ بازار میں، حسنینؑ رشتہ داروں میں، اس وقت کے سماج اور معاشرے میں، نواسے کبھی نہیں پکارے گئے، جب بھی پکارے گئے سِبطِ رَسُول (رسولؐ کے بیٹے کہلائے گئے)۔ (صلواۃ)

تو ایک رشتہ ان سے قرآنی رشتہ ہے، ایک رشتہ ان سے صلبی رشتہ ہے تو صلبی رشتے کے اعتبار سے تو دعوتِ ذوالعشیرہ ہے۔

عزیزو ــــــ!

اب رسولؐ نے اپنے چچازادوں کے سامنے مولائے کائنات کا تعارف کرایا، حالانکہ تعارف کی ضرورت ہی نہیں تھی، سب ایک دوسرے کو پہچانتے تھے، ایک ہی گھر میں رہتے تھے، ایک ہی صحن میں کتنے رہنے والے تھے، اور باہر کا کوئی آدمی اس دعوتِ ذوالعشیرہ میں نہیں ہے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (سورۂ شعراء، آیہ ۲۱۴)

اقربین ہیں سب، اور ان کے درمیان جب اس نے یہ ارشاد فرمایا۔

رسولؐ نے تین دن کوشش کی، کہ میں اسلام پھیلا لوں، انکار ہوتا رہا، اور لوگ چلتے جاتے تھے۔ آخری دن رسولؐ کچھ کہنا چاہتے تھے، تو اس دن کھڑے ہونے کی باری تھی ابولہب کی۔

باری اس لیے کہتا ہوں کہ باری ہمیشہ بنتی ہے میٹنگ کے بعد، یعنی یہ بات پہلے سے طے ہوئی تھی، کفار پہلے سے پہچانتے تھے کہ محمدؐ ہمارے جیسا نہیں ہے، یہ کوئی ذات ہے، یہ کوئی اور شخصیت ہے۔

اور جب یہ مسئلہ آ گیا تو طے ہو گیا، ابولہب نے کھڑے ہو کر جھٹلانا چاہا کہ حضرت ابوطالبؑ نے بٹھایا اور کہا: ''جو میرا بھتیجا کہتا ہے وہ سن''۔

یہ دعوتِ ذوالعشیرہ ہے، اقربین بلائے گئے ہیں۔ اَقْرَبْ اسم تفضیل ہے، اس کا مطلب ہے کہ سب سے زیادہ جو قریب تر ہو، تو سب سے زیادہ جب بھی کہا جائے گا، تو اس میں پھر قسمیں بنیں گی، سب سے قریب سگا بھائی، پھر سب سے قریب سگا چچازاد، تو جب سب سے زیادہ قریب کا حکم۔ قرآن نے دیا ہے، تو حضرت ابوطالبؑ سے زیادہ قریبی کوئی نہیں ہے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (سورۂ شعراء، آیہ ۲۱۴)

''میرے حبیبؐ! آپ کو سب سے زیادہ قریبی جو ہے اسے دین سمجھانا ہے''۔

تو سب سے زیادہ اقرب حضرت ابوطالبؑ سے زیادہ کوئی نہیں کیونکہ حضرت ابوطالبؑ ہی رسولؐ کے سگے چچا ہیں اور جتنے ہیں سب سوتیلے ہیں۔

حکمِ قرآنی ہے کہ اقرب کو بلا لیجیے، اب تاریخ خود بتائے کہ حضرت ابوطالبؑ کھانے والوں میں تھے یا کھلانے والوں میں تھے۔ (نعرۂ حیدری)

کھڑے ہوکر ڈانٹنا اور ڈانٹ کر ابولہب کو بٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نگرانوں میں ہیں، منتظمین میں ہیں۔

''بیٹھ جا اپنی جگہ پر، اور جو میرا بھتیجا کہتا ہے وہ سُن''۔

ابھی تو دعوت ذوالعشیرہ ہے، آج تو اسلام سینۂ رسولؐ سے زبانِ رسولؐ پہ آئے گا، ابھی بھی آیا نہیں ہے، ابھی بڑا طویل وقفہ ہے۔

ایسے میں بیچ میں پڑکے، ابولہب کو ڈانٹنا جو بھائی ہیں اور یہ کہنا، بھائی کو ڈانٹا جا رہا ہے، بھتیجے کی بات کے لیے۔

قاعدہ تو یہ ہے کہ بھتیجے کو خاموش کر دیا جاتا ہے۔ یہاں بھائی کو ڈانٹا جا رہا ہے کہ بیٹھ جا اپنی جگہ پر، اور جو میرا بھتیجا کہتا ہے وہ سُن۔

خدا کی قسم! کیا رعب تھا آوازِ ابوطالبؑ میں، کہ کل گونجی تھی، آج تک فضا میں اس کا اثر موجود ہے، تبلیغ ہورہی ہے۔ (صلواۃ)

اس آواز کے بعد جو آغازِ تبلیغ ہوئی، پھر تبلیغ رُکی نہیں، آج تک نہیں رُکی۔

اب رسولؐ کھڑے ہوئے اور رسولؐ نے یہ فرمایا: ''کوئی ہے جو میری نصرت کرے؟''

کوئی نہ کھڑا ہوا، مولائے کائناتؑ کھڑے ہوئے۔ یارسولؐ اللہ! مَیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرت النبیؐ میں ایک لفظ لکھا کہ ''دس یا گیارہ سال کا بچہ کھڑا ہوا''۔

یہ بھی تاریخ کی بڑی خوبصورت سازش ہے۔ رسولؐ اپنی چھوٹی بیٹی کو بہت چاہتے تھے، کتنی محبت سے لکھا ہے مؤرخ نے کہ دس گیارہ سال کا ایک چھوٹا سا بچہ کھڑا ہوا۔

رسولؐ اللہ اپنے چھوٹے نواسے کو بہت چاہتے تھے۔ یہ محبت کا اظہار نہیں، سازش کی جارہی ہے۔ چھوٹی لکھو تو بڑی خود بخود ثابت ہوجائے گی۔

بھئی ــــ!

سیرت لکھ رہا ہے سیدہؑ کی، اور سازش کی مؤرخ نے یا سیرت نگار نے، بڑی احتیاط سے، کسی کا تذکرہ نہ کیا، صرف سیدہؑ پر لکھتا رہا اور رابطے میں رسولؐ کے وہاں لکھ دیا: ''رسولؐ اللہ اپنی چھوٹی بیٹی کو بہت چاہتے تھے''۔

پڑھنے والے کو خیال ضرور آئے گا، بھئی! یہ جسے پڑھ رہا ہوں یہ تو چھوٹی ہے، بڑی کہاں ہے؟

تو رسولؐ نے جب کھڑے ہوکر اعلان کیا تو ایک بچہ کھڑا ہوا، اس نے کہا:

اَنَا نَاصِرُكَ يَا رَسُولَ الله

"اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کا مددگار ہوں"۔

عزیزو ____!

وہ بات رہ گئی کہ ابھی تو سینۂ رسولؐ سے، زبانِ رسولؐ پر اسلام آنے والا ہے، لیکن جنابِ ابوطالبؑ کو کیا پتہ کہ کیا کہیں گے؟

شوکت فہمی نے لکھا:

"ابولہب کو ڈانٹنے کے بعد بڑھے رسالت مآبؐ کی طرف اور آواز دی:

قُمْ یَا سَیِّدِی

"اٹھئے میرے سیّد و سردار!"

قانونِ قبیلہ یہ ہے کہ ایک سردار کبھی کسی فردِ قبیلہ کو سردار نہیں پکار سکتا، سوائے اس دن کے کہ جس دن اس نے اپنی سرداری منتقل کرنی ہو۔ اس دن وہ سردار پکارتا ہے کہ یہ تمہارا سردار ہے اور خطاب سردار کے لفظ سے کیا کرتا ہے، مگر جناب ابوطالبؑ نے، جو سردارِ قریش بھی ہیں، سردارِ بنی ہاشم بھی ہیں، سردارِ بطحا بھی ہیں۔ آواز دیتے ہیں:

قُمْ یَا سَیِّدِی!

"اُٹھئے میرے سیّد و سردار!"

ابوطالبؑ! یہ آپ کیا پکار رہے ہیں؟ کہا: سردار قبیلہ تو مَیں ہوں اور رہوں گا، یہ سردارِ انبیاءؑ ہیں۔ (نعرۂ حیدری)

اور اگر سردارِ انبیاءؑ نہ سمجھا ہوتا تو یاسیدی نہ کہتے۔

توجہ ہے ____!

اس کا مطلب یہ ہے یہ پہلے سے جانتے ہیں کہ یہ سردار انبیاءؑ ہیں۔ کھانے والوں میں نہیں ہیں، کھلانے والوں میں ہیں۔

توجہ ہے ــــــ!

اور پھر جو چیز چاہے کہیے، یہ تبھی کہا جاسکتا ہے جب اِدھر بھی پہلے سے طے ہو کہ بات کیا ہونی ہے ــــــ (صلواۃ)

اب رسولؐ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "کوئی ہے جو میری مدد کرے؟"

کوئی کھڑا نہیں ہوا، ایک بچہ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا:

اَنَا نَاصِرُكَ يَا رَسُولَ اللّٰه

"اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کی مدد کروں گا"۔

رسالت مآبؐ نے بٹھا دیا، پھر کہا: کوئی ہے جو میری نصرت کرے؟ پھر بھی علیؑ کھڑے ہوئے، پھر رسولؐ نے بٹھا دیا۔ جب تیسری بار کہا: کوئی ہے جو میری نصرت کرے؟ تو مولائے کائناتؑ کھڑے ہوگئے۔

کوئی راز تو ہے عزیزو! اور پھر وہی فقرہ کہا:

اَنَا نَاصِرُكَ يَا رَسُولَ اللّٰه

"اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کی مدد کروں گا"۔ (نعرۂ حیدری)

ایک بات یہ ہے کہ مولائے کائناتؑ بار بار کیوں کھڑے ہوئے؟

اچھا ــــــ!

یہاں تو آواز دسترخوان پہ تھی، جنگِ خندق میں تو لڑائی کے لیے پکار رہے تھے، قتل گاہ کے لیے پکار رہے تھے:

مَنْ لِهٰذَا الْكَلْب

"کون ہے جو اس کُتے کے مقابلے میں جائے؟"

عزیزو ــــــ!

کیا بتاؤں؟ جتنے اس وقت اسلامی چینل ہیں، سب پر خندق پڑھی جارہی

ہے، اللہ کی شان یہ ایسی جنگ ہے جو بے لڑے جیت لی گئی۔ اللہ کی شان صرف اس لیے کہا ہے کہ اس میں کہا گیا ہے۔

"آج کُلِ ایمان کُلِ کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے"۔

اگر اللہ کی شان نہ پڑھی جائے، بھئی! اللہ کی شان کے لیے بھی جھوٹ نہیں بولا جاتا۔

یہ جنگِ خندق ہے، عمرو ابن عبدود کے مقابلے میں پکارا گیا:

مَنْ لِهٰذَا الْكَلْب

"کون ہے اس کُتے کے مقابلے میں جائے گا؟"

کوئی نہیں کھڑا ہو رہا ہے، وہاں دسترخوان پہ نہیں کھڑے ہو رہے، یہاں میدانِ جنگ میں کھڑے نہیں ہو رہے، کوئی نہیں اُٹھا۔ وہاں بھی یہی منظر ہے، علیؑ اُٹھے۔ رسولؐ نے بٹھا دیا۔

یا علیؑ ! چلیئے ٹھیک ہے، وہاں تو آپ اُٹھ گئے تھے، یہاں کیوں کھڑے ہو گئے؟

کہا: اس بات کو سمجھ لو گے تو وہ بات سمجھ میں آ جائے گی اُس بات کو سمجھ لو گے تو یہ بات سمجھ میں آ جائے گی۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

میں یہاں بار بار اس لیے کھڑا ہو رہا ہوں کہ میں نے ہی وہاں نصرت کا وعدہ کیا تھا ــــــ (نعرۂ حیدری)

کوئی یہ کہہ دے کہ علیؑ وعدہ کر کے بھول گئے۔

اچھا ــــــ!

یا علیؑ ! یہاں کیوں بار بار کھڑے ہو گئے؟ جب کہ بٹھایا جا چکا، کوئی اور ہوتا تو

نہ کھڑا ہوتا۔

کہا: اس لیے کہ میں مرتبۂ رسالتؐ کو پہچانتا ہوں، کبھی رسولؐ کی صدا صدائے بازگشت نہیں ہو سکتی۔

صدائے بازگشت اسے کہتے ہیں جس کا جواب نہ ملے۔

تو کبھی رسولؐ کی صدا، صدائے بازگشت نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان نہیں بولے گا، حیوان بولے گا، حیوان نہیں بولے گا تو اشجار بولیں گے، زمین بولے گی، آسمان بولے گا اور اگر کوئی نہیں بولے گا تو قیامت آ جائے گی۔

رسولؐ کی صدا کبھی صدائے بازگشت نہیں ہو سکتی، اسے جواب ملتا ہی ہے، اس لیے کہ وجہِ تخلیق ارضِ و سماء ہیں۔ اور یہ بھی سن لو! جو جنس نہیں بولے گی وہ معذب ہو گی۔

تو بھئی ـــــ!

یہ بار بار کھڑا جو ہو رہا ہوں، اچھا! مجھے بتاؤ جب میں تیسری بار کھڑا ہوا ہوں تو کیا اس وقت بھی رسولؐ نے مجھے بٹھایا؟

رسولؐ نے ٹوکا بھی نہیں، اس لیے رسولؐ موقع فراہم کر رہے تھے، علیؑ حق ادا کر رہے تھے، جانتے ہیں کہ اگر انسانوں میں کوئی کھڑا نہیں ہوا تو یہ سب معذب ہو جائیں گے۔ (نعرۂ حیدری)

بس عزیزو ـــــ!

مولائے کائنات کھڑے ہوئے، انھی چچازادوں کے سامنے، جن کے درمیان علیؑ نے بچپن گزارا ہے۔

توجہ ہے ـــــ!

سب پہچانتے ہیں، انھی چچازادوں کے درمیان کہہ رہے ہیں:

أَنَا نَاصِرُكَ يَا رَسُولَ اللّٰه

رسولؐ نے علیؑ کو قریب بلایا اور قریب بلانے کے بعد، علیؑ کی پشت پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

هٰذَا أَخِي

''یہ میرا بھائی ہے''۔

کون نہیں جانتا کہ یہ بھائی ہی ہے، کہا: تم سمجھے نہیں، میں ابن عمی نہیں کہہ رہا ہوں۔ رسولؐ کو کہنا چاہیے تھے یہ میرا چچازاد ہے، بلکہ کہا: هٰذَا أَخِي۔

علیؑ کا اور میرا یہ قرآنی رشتہ ہے۔

يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ــــ (صلواۃ)

أَخِي یہ میرا بھائی ہے، وَابْنِ عَمِّي یہ صلبی رشتہ ہے۔ ویسے ہی جیسے حسنینؑ سے رسولؐ کا، ایک قرآنی رشتہ ہے کہ براہِ راست بیٹے ہیں اور ایک صلبی رشتہ ہے کہ وہ نواسے ہیں، یعنی بیٹی کے بیٹے ہیں۔

مولائے کائناتؑ کے ساتھ بھی دوہرا رشتہ ہے۔ علیؑ نے دونوں رشتوں کو بتایا، کہا: ''میں اپنے بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں''۔ ''میں اپنے چچازاد بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں''۔

توجہ ہے ــــ!

مولائے کائناتؑ نے رسولؐ کو کبھی سُسر نہیں کہا، اس لیے کہ مولا علیؑ جانتے تھے کہ کچھ لوگ جھوٹی نسبت پر بڑا فخر کریں گے ــــ (صلواۃ)

تو کہا: ''میں اپنے بھائی اور چچازاد کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں''۔

کیوں کہ یہ نسبت رسولؐ نے سب سے پہلے دی ہے کہ هٰذَا أَخِي ''یہ میرا بھائی ہے''۔

وَوَصِی ، وَ وَزِیرِی وَخَلِیفَتِی

اسلام چلا ہی اسی اعلان سے ہے، شروع بھی ہوا ہے لفظ اَخِی سے۔ ''یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے، یہ میرا وزیر ہے اور یہ میرا خلیفہ ہے''۔

ذکرِ مصائب!

بس عزیزو ــــــ!

ایک بھائی اور ہے، جو اپنے بھائی سے یہ کہہ رہا ہے بھیا! کربلا میں ہم نہ رہیں گے، مگر میرا قاسمؑ تمہارے ساتھ جائے گا، میرے بھائی! میری جگہ میرے قاسمؑ کو جنگ کی اجازت دے دینا۔

اور قاسمؑ ہیں جو مچل مچل کے آ رہے ہیں، چچا! آپ مجھے جنگ کی اجازت دے دیں۔ حسینؑ کچھ نہ کچھ باتیں کر کے بہلا کے بھیج دیتے تھے۔ اس لیے کہ جب قاسمؑ ماں کے پاس جاتے ہیں تو جنابِ فروہؑ کلیجے سے لگا کے کہتی ہیں:

''میرے لعل! میں بیوہ ہوں، تیرے بابا نہیں ہے، اگر تیرا بابا ہوتا تو میں تجھ سے کبھی نہ کہتی کہ جا کر اصرار کر کے چچا سے اجازت لو، تمہارا بابا خود تمہیں اجازت دیتا میرے لعل! ایسا نہ ہو کہ دنیا یہ کہے کہ فروہ بیٹے کو کلیجے سے لگائے رہی اور بنی ہاشم قربان ہو گئے''۔

قاسمؑ بار بار آئے، چچا اجازت دے دیجیے۔ مگر قاسمؑ کو اجازت ملتی نہیں۔ یہاں تک کہ پوچھ لیا بیٹا! موت کیسی ہے تمہارے نزدیک؟

کہا: چچا! شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس لیے کہ ہم حق پہ جان دے رہے ہیں۔

یہ پوچھنے کے بعد بھی اجازت نہ دی، پھر بہلا کے بھیج دیا۔ اب قاسمؑ نہ ماں

کے پاس گئے، نہ کسی اور کے پاس گئے، بلکہ ایک تنہا خیمے کو تلاش کیا اور اس خیمے میں رونا شروع کیا۔ بابا! آپ موجود ہوتے تو ہم اس طرح شرمندہ نہ ہوتے، بابا! مجھے اجازت مل جاتی، بابا! میری نصرت کرو۔ مجھے اجازت مل جائے۔

اب یاد آیا کہ بابا نے ایک وصیت بھی مجھے دی تھی، ایک تعویذ باندھا تھا، یہ کہہ کے کہ کسی مشکل وقت میں اس کو کھول لینا، اب اس سے بڑا وقت کیا ہوسکتا ہے۔

تعویذ کھولا، کہا: اس میں دو تحریریں تھیں: ایک قاسمؑ کے لیے، ایک حسینؑ کے لیے، میرے لعل قاسمؑ! میں نہیں ہوں گا، میرے بھائی حسینؑ پہ قربان ہو جانا۔

ایک خط حسینؑ کے لیے، میرے بھائی! میرے لعل کو میری طرف سے میدانِ جنگ کی اجازت دے دینا۔

قاسمؑ چچا کے پاس آئے، چچا کو تحریر دکھائی، جیسے ہی خط دیکھا، حسینؑ رونے لگے، قاسمؑ کو کلیجے سے لگایا۔ میرے لعل! اب چچا مجبور ہے۔

قاسمؑ کو گھوڑے پر سوار کرایا، اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا، اس کے بعد حسینؑ نے رخصت کیا، جیسے ہی قاسمؑ آگے بڑھے، قاسمؑ کو دیکھا اور ہاتھوں کو اٹھایا۔

پالنے والے! یہ میرا وہ نونہال ہے، جس کے پاؤں ابھی رکاب تک بھی نہیں جاتے۔

قاسمؑ کی کچھ دیر بعد آواز آئی، چچا! میری مدد کو دوڑو، دوڑے حسینؑ! اُدھر قاسمؑ پامال ہو گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُوْنَ

مجلس ہشتم

- اُمتی اور اہلِ بیتؑ کا اس سے بڑا فرق کیا ہوگا کہ اُمتی اُمتی ہے، اہلِ بیتؑ اہلِ بیتؑ ہیں۔
- ''میں نے دنیا کو اِن کی محبت میں خلق کیا ہے''۔
- ''پالنے والے! چادر کے نیچے کون ہیں؟''
- لفظ اہلِ بیتؑ فرد سے بولا جاتا ہے، منصب سے نہیں بولا جاتا۔
- تمہاری نگاہ چادر تک ہے، میری نگاہ قیامت تک ہے۔
- ایک کربلا میں جناب زہراؑ کی ثانی زہراؑ ہیں۔
- اور علیؑ نے تو مانگا ہی تھا پروردگارِ عالم سے ایک ایسا بیٹا کہ جو محمدؐ کربلا کے لیے علیؑ کربلا بن جائے اور اللہ نے ایک عظیم بیٹا عطا کیا عباسؑ!
- علیؑ! میں نے تمھیں حیدرؑ بنایا ہے، اور حیدر بھی شیر کو کہتے ہیں۔
- حیدر اس شیر کو کہتے ہیں جو حملہ کر کے اپنے شکار کو چیر رہا ہو۔
- یہی بات تو مرحب سے علیؑ نے کہی تھی، جب اس نے کہا تھا: ''میرا نام مرحب ہے''۔
- عباسؑ اس شیر کو کہتے ہیں جو حملے سے پہلے شکار کو دیکھ رہا ہو۔
- آقا! آپ کا حکم مان لوں گا مگر ایک شرط میری بھی ہے، میرا لاشہ خیمے میں نہ لے جائیے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

آیۂ تطہیر کی تلاوت کا شرف روزانہ حاصل کر رہا ہوں کیونکہ ہمارا موضوع ہے: ''حدیثِ کساء، منظر اور پس منظر''۔

آیۂ تطہیر ہی کے شانِ نزول کو حدیثِ کساء کہتے ہیں، اور ہماری گفتگو ابھی تک اس مرحلے تک پہنچی کہ جب مولائے کائناتؑ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ اس سارے وقفے میں معصومہؑ اپنے گھر کے کام کاج میں رہیں۔ امام حسنؑ آئے، بتا دیا، وہ چادر کے نیچے چلے گئے۔ امام حسینؑ آئے، بتا دیا، وہ چادر کے نیچے چلے گئے۔ مولائے کائناتؑ آئے، بتا دیا، وہ چادر کے نیچے چلے گئے۔

چادر کے نیچے کون لوگ ہیں؟ سید الانبیاءؐ، سید الاوصیاءؑ، سیدا شباب اہل الجنۃ، صاحبانِ معجزہ، صاحبانِ منصب، چادر کے نیچے ہیں اور معصومہؑ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ چار جمع ہو چکے ہیں مگر آیۂ تطہیر نے لوحِ محفوظ کو نہیں چھوڑا۔

جب کہ اس آیت میں جو ضمیر ہے، وہ کثرت کی بنیاد پر مذکر کی ضمیر ہے، کیونکہ مرد چار ہیں اور عورت ایک ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ

اگر عورت کثرت کے اعتبار سے زیادہ ہوتی تو پھر عَنْکُنَّ ہوتا۔ لیکن آیت میں عَنْکُمْ ہے۔ چار مرد آ گئے، ضمیر خطاب کی آیت میں مذکر کی ہے، مگر آیۂ تطہیر ٹھہری ہوئی ہے، اسے انتظار ہے ایک خاتون کا۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

اب تو زمانہ سمجھے کہ جب سیدہؑ آتی تھیں تو رسولؐ کھڑے ہو کر کیوں استقبال کرتے تھے؟ (صلواۃ)

جب مولائے کائناتؑ بھی چادر میں شامل ہو گئے تو اپنے کام کو چھوڑا اور چادر کے پاس آئیں اور آنے کے بعد کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَتَاهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

"اے میرے بابا! آپ پر میرا سلام ہو"۔

اَتَاذَنُ لِی اَنْ اَکُوْنَ مَعَکُمْ تَحْتَ الْکِسَاءِ

"کیا آپ مجھے بھی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سب لوگوں کے ساتھ چادر کے نیچے آ جاؤں؟"

آج جو بھی آ رہا ہے، اجازت لے کر آ رہا ہے:

قَالَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَابِنْتِی وَیَابَضْعَتِی قَدْ اَذِنْتُ لَكَ فَدَخَلَتْ تَحْتَ الْکِسَاءِ

"ہاں بیٹی! آپ بھی آ جاؤ چادر کے نیچے"۔

معصومہؑ عالم چادر میں آ گئیں، جیسے ہی معصومہؑ چادر میں آئیں۔

فَلَمَّا اکْتَمَلْنَا جَمِیْعًا تَحْتَ الْکِسَاءِ

جنابِ زہراءؑ کو پہچانئے، ایک مصداق والشمس ہے، دوسرا مصداق والقمر

ہے، تیسرا مصداق لُؤلُؤ ہے۔ چوتھا مصداق مَرجان ہے، اتنے جمع ہیں مگر قدرت خود آواز دے رہی ہے:

فَلَمَّا اكْتَمَلْنَا جَمِيْعًا

جب سیدہؑ آ گئیں تبھی جَمِیعًا کا اطلاق ہوا۔ اب قدرت کہہ رہی ہے:

اِنِّی مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِيَّةً وَلَا اَرْضًا مَدْحِيَّةً وَلَا قَمَرًا مُنِيْرًا وَلَا شَمْسًا مُضِيئَةً وَفُلْكًا يَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِی وَلَا فُلْكًا يَسْرِی اِلَّا فِی مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ الَّذِيْنَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَاءِ (نعرۂ حیدری)

یہ ہے آمدِ سیدہؑ، سب آ گئے مگر قدرت ابھی متوجہ نہیں تھی، جیسے ہی سیدہؑ آ گئیں تو قدرت نے فخر کیا معصومہؑ آئیں بھی تو خطاب انھوں نے کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ

دیکھئے ــــــ!

میں نے کل بھی گفتگو کی تھی کہ اہلِ بیتؑ ایک نہیں بلکہ دوہرا رشتہ ہے، معصومہؑ نے فرمایا: "اے میرے بابا! آپ پر میرا اسلام ہو"۔

حسنؑ اور حسینؑ آئے تو کہتے تھے: نانا! مولائے کائناتؑ آئے تو انھوں نے کہا: بھائی۔ معصومہؑ آئیں تو انھوں نے کہا: میرے بابا۔

جب قرآن کہہ رہا ہے کہ "رسول تم میں سے کسی کا باپ ہے ہی نہیں"۔

بھئی توجہ ہے نا ــــــ!

قرآن کہہ رہا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (سورۂ احزاب، آیہ ۴۰)

"رسول تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے"۔

مگر جنابِ سیدہؑ کہہ رہی ہیں: یَا اَبَتَاہُ۔ "رسولؐ میرا باپ ہے"۔

بھئی ـــــ!

اُمتی اور اہلِ بیتؑ کا اس سے بڑا فرق کیا ہوگا کہ اُمتی اُمتی ہے، اہلِ بیتؑ اہلِ بیتؑ ہیں۔ اہلِ بیتؑ میں جو بھی فرد ہے وہ رشتہ سے پکارے گی اور اُمتی کو حق نہیں ہے کہ وہ بھتیجا کہے، بھانجا کہے، بابا کہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران، آیہ ۱۴۴)

"محمدؐ کچھ نہیں ہیں سوائے رسولؐ کے ـــــ (صلواۃ)

کتنے بھی رسولؐ سے قریبی ہوں، رسولؐ کو صرف رسولؐ ہی پکار سکتے ہیں، یہاں تک کہ اُمہاتِ مومنین بھی یارسولؐ اللہ کے علاوہ کچھ نہیں پکار سکتیں۔

بھئی دیکھیے ـــــ!

یہ رشتہ بڑا بے تکلف ہوتا ہے، آپ چاہے باہر ڈاکٹر صاحب ہوں، باہر چاہے آپ وکیل صاحب ہوں، گھر میں ایک فرد سے زیادہ نہیں ہیں، مگر یہ مرتبہ ہے رسالتؐ کا، سینکڑوں دیکھ ڈالیے، کہیں یہ نہ ملے گا کہ انھوں نے فرمایا: آپ کو جہاں ملے گا وہ یہی ملے گا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

توجہ ہے ـــــ!

یعنی اس بے تکلفانہ خطاب کا حق اللہ نے ازواجِ رسولؐ کو بھی نہیں دیا، مگر اہلِ بیتؑ سب اپنے رشتہ سے پکار رہے ہیں، وجہ کیا ہے؟ اس لیے کہ رسولؐ سے اہلِ بیتؑ کا دوہرا رشتہ ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران، آیہ ۱۴۴)

کہہ کے اگر قدرت نے، سببی اور نسبی رشتے کو منقطع کر دیا کہ ہمارا رسولؐ صرف رسول ہے۔ جب سب سے اللہ نے یہ سببی اور نسبی رشتے ختم کر دیئے تو

اہلِ بیتؑ سے یہ رشتہ کیسا ہے؟

توجہ ہے ___!

تو اس رشتہ کو قدرت نے، آگے بڑھ کے بتایا، جب قدرت نے ارشاد فرمایا:

''میں نے دنیا کو اِن کی محبت میں خلق کیا ہے''۔

جبرئیلؑ نے پوچھا:

یَا رَبِّ وَمَن تَحتَ الْکِسَاءِ

''پالنے والے! چادر کے نیچے کون ہیں؟''

حدیث قدسی کے الفاظ میں کلامِ الٰہی ظاہر ہوا:

هُم اَهلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ ___ (نعرۂ حیدری)

''یہ نبوت کی اولاد ہیں''۔

یہ حدیث قدسی کے فقرے ہیں، کلامِ الٰہی ہے۔

عزیزو ___!

لفظ اہلِ بیتؑ فرد سے بولا جاتا ہے، منصب سے نہیں بولا جاتا۔ اس دنیا میں فرد سے رشتہ داری ہوتی ہے، منصب سے رشتہ داری نہیں ہوتی۔ مگر یہ عجیب مرحلہ ہے کہ قدرت نے کہا:

هُمْ اَهْلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ

''یہ نبوت کے اہلِ بیتؑ ہیں''۔

وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ

''یہ رسالت کے خزینہ دار ہیں''۔

هُمْ فَاطِمَةُ وَاَبُوهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوهَا ___ (صلوات)

یہاں رشتہ فرد سے نہیں بتایا گیا کہ محمدؐ کے اہلِ بیتؑ ہیں بلکہ کہا گیا: ''یہ اہلِ

بیتِ نبوت ہیں"۔

نبوت منصب ہے ذات نہیں ہے۔ تو اہلِ بیتؑ کا ایک رشتہ نسبی اور سببی بھی ہے اور ایک رشتہ منصبی بھی ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جو نبی کو اپنے اہلِ بیتؑ سے حاصل ہے اور کسی کو کسی سے حاصل نہیں۔

بھئی ـــــ!

یہی وجہ ہے کہ منزلِ مباہلہ میں نبی کو کوئی خطرہ نہیں تھا، انھیں محمدؐ سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ جو بھی معاملہ تھا وہ نبوت کا معاملہ تھا، رسالت کا معاملہ تھا۔ خطرے میں اُلوہیت تھی، خطرے میں قرآن تھا۔ خطرے میں رسالت تھی کیونکہ وہ نہ رسول کو مان رہے تھے، نہ قرآن کو مان رہے تھے، نہ وحدہٗ لاشریک خدا کو مان رہے تھے۔

رسولؐ کے لیے اللہ نے کہا:

"میرے نبیؐ! آپ کہہ دیجیے، میں اپنے بیٹوں کو لاتا ہوں، اپنی عورتوں کو لاتا ہوں، اپنے نفسوں کو لاتا ہوں"۔

تو یہ نبوت کے اہلِ بیتؑ ہیں۔ (نعرۂ حیدری)

یہ نبوت کے اہلِ بیتؑ ہیں اور واقعی نبوت کے اہلِ بیتؑ ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے کہا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ

"میرے نبیؐ! آپ کہہ دیجیے کہ جاؤ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں"۔ (سورہ آل عمران، آیہ ۶۱)

اب کوئی بحث و مباحثہ نہیں ہوگا۔

اچھا ـــــ!

ان بحث و مباحثہ میں نبیؐ سنا کیا رہے تھے؟ قرآن، آیات۔ آیاتِ قرآنی ہی

سنا رہے تھے اور وہ مان ہی نہیں رہے تھے تو قرآن نبیؐ سنا رہے تھے، عیسائی نہ مانے، اہلِ بیتؑ کو لے گئے۔ عیسائی مان گئے۔

اب تو بات ظاہر ہے نا کہ جو قرآن رسولؐ کے لیے کافی نہ ہوا وہ اُمت کے لیے کافی کیسے ہوگا۔ (نعرۂ حیدری)

تو یہ اہلِ بیتؑ جو ہیں، یہ اہلِ بیت النبوۃ ہیں نبوت کے اہلِ بیتؑ ہیں۔

عزیزو____!

اللہ نے جب کہا: ''آپ کہہ دیجیے کہ اپنے بیٹوں کا لاؤ''۔

تو اللہ جانتا ہوگا کہ رسولؐ کے پاس بچے کتنے ہیں، جس دن حسنینؑ کو بیٹا بنا کے رسولؐ میدانِ مباہلہ میں لے جا رہے ہیں۔ جناب ماریہ قبطیہ کے بطن سے رسولؐ کا براہِ راست بیٹا ابراہیمؑ موجود ہے اور قرآن کہہ رہا ہے: ''تم اپنے بیٹوں کو لاؤ اور صیغہ بھی جمع کا ہے اور عربی میں جمع کے لیے تین کا ہونا ضروری ہے، تین سے کم پر عربی میں اطلاق جمع نہیں ہوتا۔ تو گرامر کے حساب سے تین بیٹوں کا ہونا ضروری ہے اور رسول کا ایک صلبی بیٹا ابراہیمؑ موجود ہے، مگر رسولؐ نے صلبی کو چھوڑا اور حسنینؑ جیسے نواسوں کو بیٹا بنا کے پیش کر کے بتایا کہ یہ نبوت کے بیٹے ہیں، یہ ہیں اہلِ بیتؑ نبوت، جن کا تعارف اللہ نے حدیثِ قدسی میں عجیب رنگ میں کرایا۔

هُمْ فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوْهَا ____ (صلواۃ)

یہی حدیث قدسی بھی کہہ رہی ہے، یہی علامت آیۂ مباہلہ بھی ظاہر کر رہی ہے، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم نے نواسے کتنے دیے ہیں اور بیٹے کتنے دیے ہیں اور اللہ سے زیادہ عربی بھی کوئی نہیں جانتا۔ عربی کی قید میں نے اس آیت کے تحت لگائی ہے کہ جس کو میں نے پہلے بھی تلاوت کیا تھا:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

''ہم نے قرآن کو عربی میں اس لیے نازل کیا کہ شاید تمھیں کچھ عقل آ جائے''۔ (سورۂ زخرف، آیہ ۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ہمیں عقل دینے کے لیے عربی میں قرآن نازل کر رہا ہے، تو اسے عربی کی کوئی پریشانی تو نہیں ہے، تو کیا اللہ کو جمع اور تثنیہ کی احتیاط معلوم نہیں ہے؟

اللہ جانتا ہے نا کہ تثنیہ کہتے ہیں دو کو، جمع کہتے ہیں دو سے زیادہ کو۔

اس کے باوجود حسنینؑ دو ہی بیٹے ہیں کساء میں، مگر تعارف کرایا جا رہا ہے کہ ''سیدہؑ ہیں، ان کے بابا، ان کے شوہر اور ان کے بہت سے بچے، دو سے زیادہ بَنُوْهَا۔

پالنے والے! یہاں تو بچے دو ہیں، اور تو کہہ رہا ہے: بَنُوْهَا؟

تو قدرت آواز دے گی کہ چاہے جبرئیلؑ ہو یا تم تمہاری نگاہ چادر تک ہے، میری نگاہ قیامت تک ہے۔ (نعرۂ حیدری)

بس گفتگو یہی روک رہا ہوں آج۔

ذکرِ مصائب (تذکرہ شہادت عباس علمدار علیہ السلام)

کربلا میں بھی پروردگارِ عالم نے خصوصی اہتمام کیا تھا، یہ اہتمام اور کہیں نہیں ملے گا کہ پوری کساء اللہ نے کربلا میں جمع کی ہے کیونکہ یہ عمل دستِ انسان سے ممکن نہیں ہے۔ کساء میں کون ہیں؟

کساء میں ہیں رسولؐ، مولائے کائناتؑ، حسنینؑ اور معصومۂ عالمؑ۔

یہ ہیں کساء میں۔ قدرت نے کربلا کو بھی ایک محمدؐ دیا، شبیہہ رسولؐ علی اکبرؑ، ایک شبیہہ حسنؑ دیا قاسمؑ، ایک شبیہہ علیؑ دیا عباسؑ۔ کساء کی فرد، فردِ محترم حسینؑ موجود

ہیں۔ایک کربلا میں جناب زہراؑ کی ثانی زہراؑ ہیں۔ پوری کساء ہوگئی نا۔

یہ منظر دستِ قدرت نے بنایا ہے، اس منظر کی ضرورت کیا ہے؟ صرف اس لیے کہ جنھوں نے آلِ محمدؐ کو دیکھا ہے، سنا ہے، جانا ہے، ایک بار اس منظر کو دیکھیں تو اندازہ ہوجائے کہ دین کدھر ہے۔

ہاں عزادارو۔۔۔۔!

اور علیؑ نے تو مانگا ہی تھا پروردگار عالم سے ایک ایسا بیٹا کہ جو محمدؐ کربلا کے لیے علیؑ کربلا بن جائے اور اللہ نے ایک عظیم بیٹا عطا کیا عباسؑ!

عزادارو۔۔۔۔!

مانگا اس نے اللہ سے جس نے کبھی کچھ مانگا نہیں۔ وہ بندۂ بے نیاز ہاتھوں کو اُٹھا کر کہہ رہا ہے: ''پالنے والے! ایک بیٹا چاہیے''۔

اب جس کے پاس حسنینؑ جیسے بیٹے ہوں، صلب کے اعتبار سے اسے پھر ایک بیٹا اور دینا۔

علیؑ! میں نے تمہیں حیدرؑ بنایا ہے، اور حیدر بھی شیر کو کہتے ہیں۔ عباسؑ بھی شیر کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں شیر کے لیے چارسو الفاظ ہیں۔ حارث کا معنی بھی شیر ہوتا ہے، ضرغام کا معنی بھی شیر ہوتا ہے، ضیغم کا معنی بھی شیر ہوتا ہے، اسد کا معنی بھی شیر ہوتا ہے، حیدر کا معنی بھی شیر ہوتا ہے، عباسؑ کا معنی بھی شیر ہوتا ہے۔ غضنفر کا معنی بھی شیر ہوتا ہے۔

حیدر اس شیر کو کہتے ہیں جو حملہ کر کے اپنے شکار کو چیر رہا ہو۔

یہی بات تو مرحب سے علیؑ نے کہی تھی، جب اس نے کہا تھا: ''میرا نام مرحب ہے''۔

تو میرے مولاؑ نے کہا تھا:

سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرًا

''میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے''۔

اس لیے اس نے اپنی رکاب موڑ لی تھی۔ کہا: میں تو تم سے لڑنا ہی نہیں چاہتا۔ مگر علیؑ نے کہا: میں فیصلہ کر کے جاؤں گا، اور اس کو چیرا۔ حیدر کہا تھا تو حیدر ہی والا کام کیا۔

عباسؑ اس شیر کو کہتے ہیں جو حملے سے پہلے شکار کو دیکھ رہا ہو۔ یہ پورا تعارف ہے عباسؑ کا، عباسؑ نے لشکر کو آنکھوں ہی سے روکا، تلوار کی ضرورت نہیں پڑی۔

امام حسینؑ کا کمالِ امامت ایک یہ بھی تھا کہ عباسؑ کو عباس رہنے دیا، حیدرؑ نہیں بننے دیا۔ ولید کے دربار میں عباسؑ کی تلوار سرِ مروان تک پہنچ گئی تھی، حسینؑ نے عباسؑ کو عباس رہنے دیا، حیدر نہ بننے دیا۔

حرؓ کے لشکر نے جب گھیرا ڈالا اور لجام فرسِ حسینؑ پہ حرؓ نے ہاتھ ڈالا، عباسؑ کے ہاتھ قبضۂ شمشیر تک پہنچ چکے تھے۔ نگاہ عباسؑ پر تھی، حسینؑ نے عباسؑ کو عباسؑ رہنے دیا، حیدر نہ بننے دیا۔

سات محرم کو ترائی پر سارا لشکر ٹوٹ پڑا ہے، حسینؑ کہہ چکے تھے: بھیا عباسؑ! ذرا اسے دیکھنا، یہ کہا۔ عباسؑ آگے بڑھے، ترائی پر نشان کھینچا، کیونکہ دیکھنے ہی کو کہا ہے، حملے کا حکم نہیں دیا ہے۔

نشان کھینچا اور اب دیکھ رہے ہیں، اب ہمت ہو تو کوئی اس سے آگے بڑھ کے دکھائے۔ اب یہاں خود نہیں روکا، بلکہ چلے گئے زینبؑ کے پاس۔

ماں جائی! میں نے اپنے شیر کو بہت روکا، ہمیں عباسؑ کو عباسؑ رکھنا ہے، حیدر نہیں بننے دیا۔ زینبؑ نے بلا لیا۔ عباسؑ کو بلا لیا۔

دس محرم آئی، حسینؑ نے تلوار لے لی، نیزہ دے دیا، عباسؑ نے میدان کا رُخ

کیا ہی نہیں بلکہ اس ترائی کا رُخ کیا جدھر سے پانی بھرا جاتا ہے۔ اور پانی پر عمر ابن سعد نے دس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر کھڑا کیا ہوا تھا۔ دفاعی جنگ لڑتے ہوئے عباس پہنچے ہیں ترائی تک۔ مقصد ہے پانی۔

عباسؑ کے خیمے سے نکلنے سے پہلے، ایک کہرام مچا تھا: العطش العطش۔ مگر جیسے ہی سکینہؑ نے عباسؑ کو مشکیزہ دیا، فوراً دوڑ کر کہا: اب ہائے پیاس نہ کہنا، میرا چچا پانی لینے جا رہا ہے، ارے! سب کی نگاہ علم پر لگی تھی، علم ترائی تک گیا، علم فرات پہ اُترا، علم ٹھہرا رہا، اب علم آ رہا ہے، اب پیاس بجھ جائے گی۔

مگر علم ہی آیا، نہ پانی آیا، نہ عباسؑ آئے۔

بس عزادارو ـــــ!

حسینؑ عباسؑ کے سرہانے پہنچے، زانو پہ سر کو رکھا۔ کہا: آقا! میں غلام ہوں نا، کہا: نہیں بھیا! آج تو تجھے بھی حسینؑ کو بھائی کہہ کر پکارا ہوگا۔ کہا: آقا! آپ کا حکم مان لوں گا مگر ایک شرط میری بھی ہے، میرا لاشہ خیمے میں نہ لے جایئے گا۔

میرے مولاؑ! یہ کیوں وصیت کر دی؟ عباسؑ آواز دیں گے، اس لیے کہ غلام کا لاشہ آقا خیمے میں لے جائے اور آقا کا لاشہ خیمے میں لے جانے والا کوئی نہ ہو۔

ارے! اگر میرے آقا کا لاشہ نہ جائے گا تو میرا لاشہ بھی نہ جائے گا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

مجلس نہم

- آیۂ تطہیر، اہلِ بیت اطہارؑ کی شان میں، ایک عظیم قصیدہ ہے۔
- ''بے حُبِّ اہلِ بیتؑ عبادت حرام ہے''۔
- رسولؐ سے تعارف ہوتا تو ''رسولؐ ہے، اس کی بیٹی ہے''۔ جانے کتنے لوگ معصوم بن جاتے۔
- ''بے حُبِّ اہلِ بیتؑ'' عبادت تو بعد میں حرام ہوگی بلکہ جینا حرام ہے۔
- یہ اتفاقی ملاقات نہیں ہے، انتظامی ملاقات ہے۔
- ''قسم ہے ربِ کعبہ کی! ہم بھی کامیاب ہیں اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں''۔
- مولاؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم بھی کامیاب ہیں اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں''۔
- مولاؑ نے اِس عالم میں بھی فراموش نہیں کیا، میرے شیعو! کاش! تم کربلا کے میدان میں ہوتے!
- حسینؑ سب سے زیادہ تڑپے ہیں تو اصغرؑ کا لاشہ لے کر تڑپے ہیں۔
- پالنے والے! مجھے منظور تو ہے ہر امتحان تیرا، مگر میں یہ لاشہ لے کر اس ربابؑ کے سامنے کیسے جاؤں؟ جسے میں پانی پلانے کے لیے لایا تھا۔
- ''اے میرے لعل! کیا تیرے جیسے بچے اُونٹ کی طرح ذبح کیے جاتے ہیں''۔

مجلسِ نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم ــــ!

تقریباً عشرہ مکمل ہونے کو آیا، مگر میں اپنی آخری مجلس کی بنیاد بھی اسی آیت پر رکھوں گا۔ اس آیت کے حوالے سے، حدیث کساء منظر اور پس منظر! میں اپنی گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرتا رہا ہوں۔

آیۂ تطہیر، اہلِ بیت اطہارؑ کی شان میں، ایک عظیم قصیدہ ہے۔ معرفت اہلِ بیتؑ کا ایک عظیم ذریعہ ہے، اور اہلِ بیتؑ میں سوائے پنجتن کے اور کسی کو شامل نہیں کیا جاسکتا۔ سورۂ جہاں پہ ذکر ہے، آیتِ تطہیر کا، اس سے پہلے ازواج رسولؐ کا بھی ذکر ہے لیکن معانی، مفہوم اور لہجے کو سمجھے بغیر ازواجِ رسولؐ کو بھی اہلِ بیتؑ میں شامل کیا جاتا ہے۔

یقیناً اگر اہلِ بیتؑ میں، ازواج شامل ہوسکتی ہوتیں تو جنابِ خدیجہؑ اور جنابِ اُم سلمہؓ سے افضل کون ہے جس کی ذات کا فیض یہ ہے کہ سلسلۂ ہدایت، آغوشِ حضرت خدیجہؑ سے چلا، اور سلسلۂ ہدایت کی عظیم خدمت اور پرورش جنابِ اُم سلمہؓ نے کی۔ رسولؐ کی خدمت کی، مولا علیؑ کی خدمت کی، معصومۂ عالمؑ کی خدمت

کی، امام حسنؑ کی خدمت کی، امام حسینؑ کی خدمت کی، چوتھے امامؑ کی خدمت کی، پانچویں امامؑ کی خدمت کی۔ اتنی خدمات جس خاتون کو حاصل ہوں۔

غور کر رہے ہیں ـــــ!

تو ہم تو پہلے چاہتے ہیں کہ وہ آیۂ تطہیر میں آئے، تو نہ وہ آیۂ تطہیر میں شامل ہے کہ جس کی نسل سے امامت چلی، سلسلۂ ہدایت جس کی نسل سے چلا، اور نہ وہ شامل ہے، جس نے اتنے معصومونؑ کی خدمت کی ہے۔

اب ہم آپ سمجھیں کہ جب فرمانبردار شامل نہیں ہے تو ہم نافرمان کو کیسے شامل کرلیں۔ (نعرۂ حیدری)

میں نے عرض کیا تھا ایک فقرہ، جناب اُم سلمہؓ نے تو ہدف بنا کے بتا دیا کہ دیکھو! اہلِ بیتؑ میں ہم نہیں آسکتے۔ اللہ نے بھی آیۂ تطہیر کی بڑی حفاظت کی ہے، کیونکہ منصب عصمت ہے اور وہ بھی عصمتِ کبریٰ، عصمتِ خاصہ ہے۔

علماء نے اس پر بحث کی ہے کہ عصمتیں کتنی طرح کی ہیں، ان کے اثرات اور ان کے اختیارات کیا کیا ہیں۔

اسی لیے چادر میں ختمی مرتبت جیسی ذات، حبیبِ کبریاء، اولِ نور، مگر تعارف رسولؐ سے نہیں کروایا۔

توجہ ہے ـــــ!

دیکھئے!

سیدہؑ بڑی عظیم، اتنی عظیم کہ رسولؐ اُن کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں اور اپنی جگہ بٹھاتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھیں حاملِ قرآن کہہ دیا جائے، انھیں ختمی مرتبت مان لیا نہیں۔

تو اولِ نور:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک

کا مصداق رسولؐ، چادر میں ہے، مگر تعارف اللہ نے رسولؐ سے نہیں کرایا۔

سیدالاوصیاءؑ، معراج پہ ضرورت پڑے تو علیؑ کو بلا لے۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا

کہہ کے، اپنی نشانی علیؑ کو بتائے، اللہ اپنی نشانی علیؑ کو ظاہر کرے۔ لہجہ علیؑ کا اپنائے، ہاتھ علیؑ کے ظاہر ہوں، مظہر صفات کبریاء بنایا، اتنا سا تعارف کرانا تھا تو علیؑ سے نہیں کرایا۔

اس لیے کہ اس منصب کو بچانا تھا۔

غور کریں آپ ـــــ!

حسنینؑ سے بھی تعارف نہیں ہوا، جب پوچھا ہے جبرئیلؑ نے تو اللہ نے حدیثِ قدسی میں تعارف جنابِ سیدہؑ سے کروایا۔

سیدہؑ ہیں، ان کے باپ ہیں، سیدہ ہیں ان کے شوہر ہیں، سیدہؑ ہیں ان کے سب بچے ہیں ـــــ (صلواۃ)

توجہ ہے ـــــ!

یہ تعارف جناب زہراءؑ سے صرف اس لیے کرایا گیا کہ منصب عصمت مرحلۂ فرق میں نہ آئے جس طرح دوسرا حق چھینا گیا، عصمت بھی چھیننے کی کوشش نہ کی جائے اور اس میں شامل ہونے کی کوشش نہ کی جائے، اسی لیے تعارف جنابِ سیدہؑ سے کرایا۔

بھئی ـــــ!

رسولؐ سے تعارف ہوتا تو ''رسولؐ ہے، اس کی بیٹی ہے''۔ جانے کتنے لوگ معصوم بن جاتے۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

اگر قدرت آواز دے دیتی کہ ''علیؑ ہیں ان کی زوجہ ہیں''، تو نہ جانے کتنے اور قبیلے عصمت مآب ہو جاتے۔

توجہ ہے ــــــ!

صرف معصومہؑ سے اسی لیے تعارف کرایا کہ معصومہؑ کا ایک ہی باپ ہے، دوسرا کوئی باپ نہیں۔

توجہ ہے ــــــ!

معصومہؑ کا ایک ہی شوہر ہے، دوسرا کوئی شوہر نہیں۔ معصومہؑ کے یہی دو بچے ہیں، باحیات کوئی اور بچہ نہیں۔ مگر ان دو میں بھی بَنُوهَا کہہ کے، اللہ نے اس سلسلے کو امامِ آخر تک پہنچا دیا ــــــ (صلواۃ)

عزیزو ــــــ!

جب یہ پنجتن جمع ہو گئے تو کیا دعویٰ ہے قدرت کا۔

يَا مَلَائِكَتِي

''اے فرشتو! سنو''۔

وَيَاسُكَّانَ سَمَاوَاتِي

''اور اے آسمان کے رہنے والو! تم بھی سنو''۔

کیا مطلب ہے؟ آسمان کے رہنے والوں میں ملائکہ نہیں ہیں؟ ہیں، پھر۔

اب یہ رب العالمین ہی جانے کہ اپنی آواز کس کس عالم تک پہنچائی ہے۔

إِنِّي مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِيَّةً وَلَا أَرْضًا مَدْحِيَّةً وَلَا قَمَرًا مُنِيْرًا وَلَا شَمْسًا مُضِيْئَةً وَلَا فَلَكاً يَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِي وَلَا فُلْكاً يَسْرِي إِلَّا فِي مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ

الَّذِیْنَ هُمْ تَحْتَ الْکِسَاءِ ـــــ (صلواۃ)

قدرت نے موجودات کی آٹھ چیزیں گنوائی ہیں، ساری نہیں گنوائیں۔ مگر ان آٹھ چیزوں میں کائنات کی ہر شے شامل ہوگئی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

''یہ آسمان کی بلندیاں پیدا نہ کرتا، اور یہ زمین کا فرش نہ بچھاتا، زمین کو رہنے کے لائق نہ بناتا، نہ میں نورانی چاند پیدا کرتا، نہ میں روشن سورج پیدا کرتا''۔

توجہ ہے ـــــ!

نہ نورانی چاند پیدا کرتا، نہ روشن سورج پیدا کرتا، اور نہ وہ افلاک پیدا کرتا کہ جن سے موسم بنتے ہیں، نہ میں یہ سمندر پیدا کرتا ـــــ (صلواۃ)

عزیزانِ محترم!

''سمندر میں نہ پیدا کرتا''۔

اور اس کے فوراً بعد ایک عجیب فقرہ ہے، اور اس سمندر میں کشتیاں بھی ہم نے چلائی ہیں۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ غور کرتے رہیے گا۔

سمندر میں مچھلیاں میں نے بنائی ہیں، یہ نہیں کہا بلکہ کہا: سمندر میں کشتیاں میں نے چلائی ہیں۔

اب آپ سوچئے کہ یہ چھ چھ اور دس دس ہزار ٹن کا جہاز، اور اس پر بوجھ بھی ہوتا ہے دس ہزار ٹن کا، اور پانی پہ چل رہا ہے۔ کہا: اس لیے کہ ہم چلا رہے ہیں۔ تم نے صرف اس انداز کو سمجھا ہے کہ ہم کسی سبب کے ذریعے کسی چیز کو اس کی حیثیت عطا کرتے ہیں، یہ سمجھنے کے ذریعے کسی چیز کو اس کی حیثیت عطا کرتے ہیں۔ یہ سمجھنے والی عقل بھی ہم نے دی ہے۔ یہ بھی تم تب سمجھے جب میں نے ایک بڑے پانی پر کشتی اپنے نبیؑ سے چلوائی۔ تب تم سمجھے!

یہ سمندروں پر جہاز ہم نے چلائے ہیں، یہ پہاڑ کے دامنوں سے گزرنے والے، نشیبوں کو چیرنے والے، یہ اُبلتے ہوئے پانی اور اس پر اتنے وزنی جہاز، یہ ہم نے چلائے ہیں۔

پالنے والے! یہ تو پائلٹ چلا رہا ہے، بنانے والے نے اسے ایک شکل دی ہے۔

کہا: ہاں! اگر ہم نے پانی کو ایسا رکھا نہ ہوتا تو تم چلا کے دکھاتے۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

اب ایک جملہ کہ انسان کی انتہائی ضرورت ہے نمک، اور سب سے زیادہ نمک حاصل ہوتا ہے سمندروں سے۔ اشیاء میں نمک پڑتا ہے، کھانے پینے کے سامانوں میں نمک استعمال ہوتا ہے، فیکٹریوں میں نمک استعمال ہوتا ہے بہت، کیمیکل نمک سے تیار ہوتے ہیں۔

توجہ ہے ــــــ!

بے شمار نمک کشید کیا جاتا ہے، اور یہی نمک ہی ہے جس کی بدولت سمندر میں جہاز چلتے ہیں۔ اگر سارا نمک کشید کر لیا جائے، تو اتنے بڑے جہاز سمندروں میں چل نہ پائیں۔

اللہ نے کہا: سمندروں میں یہ کشتیاں، یہ بڑے بڑے جہاز یہ ہم نے چلائے ہیں، تم تو نمک نکال لیتے ہو، اس کو پھر پیدا کرنا یہ ہمارا کام ہے" ــــــ (صلواۃ)

بھئی توجہ ہے آپ کی!

اسے پھر پیدا کرنا یہ میری ربوبیت کا کام ہے، تو ہم نے پانی میں یہ جہاز چلائے، اس ترقیاتی دنیا کو اگر یہ پانی کے جہاز نہ دیئے جائیں تو کیا معاشی نظام

درست رہ سکتا ہے؟ نہیں رہ سکتا، سب سے زیادہ کام پانی کے جہازوں ہی سے ہو رہا ہے، چاہے انسان اُڑ رہا ہو، چاہے انسان ٹرینوں میں جا رہا ہو مگر اس ترقی یافتہ عہد میں بھی۔

قدرت نے کسی اور سواری کا اشارہ بھی نہیں دیا، کہا: یہ جہاز، مرتے دم تک یہ تمہاری ضرورت رہے گا۔ ہم نے چلائے ہیں۔

اب جملہ حوالے کر دوں، عزیزو!

''ہم نے سورج اور چاند کو روشن اور چمکدار بنایا''۔

ایک کو منور بنایا، ایک کو ضیاء بار بنایا۔ اس لیے کہ جہاں ان دونوں کا تناسخ پایا جاتا ہے وہیں آکسیجن ہوتی ہے، اور جہاں آکسیجن ہوتی ہے وہیں انسان زندہ رہ سکتا ہے۔

بس ــــــ!

یہ یاد رکھو کہ یہ سب ہم نے کیا ہے، صرف ان پنجتن پاکؑ کی محبت میں۔ (صلواۃ)

اب سوچتے جاؤ کہ ہم نے تمہیں کیا کیا دیا ہے، یہ سب ہم نے کیا ہے، ان پنجتن پاکؑ کی محبت میں۔

تو عزیزو ــــــ!

کہا جاتا ہے، بہت مشہور فقرہ ہے:

''بے حُبّ اہلِ بیتؑ عبادت حرام ہے''۔

''بے حُبّ اہلِ بیتؑ'' عبادت تو بعد میں حرام ہوگی بلکہ جینا حرام ہے۔ (نعرۂ حیدری)

ایک ایک سانس حرام ہے، بے حُبّ اہلِ بیتؑ کی ایک سانس بھی حرام ہے،

اس لیے کہ اللہ نے سب کچھ ان کی محبت میں پیدا کیا ہے۔

دیکھئے ـــــــ!

آپ یہ بتائیں کہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہو، اپنا نہ ہو، تو کیا مالک مکان سے جھگڑا کر کے آپ رہ سکتے ہیں؟ نہیں رہ سکتے، آپ کو بے وجہ ہی میں سہی مگر مالک مکان کے بچوں کو خوش رکھنا پڑے گا۔

سوال یہ ہے کہ جو مالک ہو اس سے ملا جلا کے ہی کام چلایا جاسکتا ہے، اس سے دشمنی کر کے، اس کی چیز سے فیض نہیں اٹھایا جاسکتا۔

تو اللہ تو سیدھا کہہ رہا ہے، یہ دنیا میں نے تمہارے لیے نہیں بنائی ہے، بلکہ ہم نے اہلِ بیتؑ کی محبت میں بنائی ہے۔ (نعرۂ حیدری)

بھئی توجہ ہے ـــــــ!

ہم نے یہ ساری کائنات ان کی محبت میں بنائی ہے، تو جن کی محبت میں دنیا اللہ نے بنائی ہے۔ اگر تم ان سے محبت نہ کرو گے، تو اب اللہ جینا حرام کر دے گا۔ (صلواۃ)

بس عزیزانِ محترم!

ہم نے یہ سب کچھ بنایا ہے، ان پنجتن پاکؑ کی محبت میں، پنجتن پاکؑ نبیؐ و آلِ نبیؐ اِن کی محبت میں، مَیں نے یہ ساری کائنات خلق کی۔ مولائے کائناتؑ نے پوچھا: ہم تو ہیں ہی بافضل۔ آج جمع ہوئے، اس کا فائدہ کیا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اتفاقی ملاقات نہیں ہے، انتظامی ملاقات ہے، ورنہ اتفاقی ملاقات میں فائدہ نہیں ڈھونڈا جاتا۔ اہتمامی ملاقات میں ہوتا ہے کہ بھائی! آپ نے کیوں بلایا تھا؟

توجہ ہے ـــــــ!

کیوں ہم لوگ آئے تھے، بھئی! یونہی بیٹھنے کے لیے؟ بھئی! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

غور کر رہے ہیں آپ ــــــ!

اس کا مطلب یہ ہے کہ انتظامی ملاقات ہے، مولاؑ پوچھ رہے ہیں، یارسولؐ اللہ! ہم یہاں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فائدہ کیا ہے؟ اتنا وقت خرچ ہوا۔

دیکھئے ــــــ!

کتنی قیمت ہے علیؑ کی نگاہ میں وقت کی، آپ یہاں لیٹے تھے، پھر ہم بھی آ گئے، بچے بھی آ گئے، اتنا وقت صرف ہوا اس کا فائدہ کیا ہے؟

کہا: یا علیؑ! اس کا یہی ایک فائدہ کیا کم ہے کہ میرے شیعہ جہاں بھی اس کا ذکر کریں گے اللہ فرشتوں کو ان کی مغفرت کے لیے اُتار دے گا۔

توجہ ہے ــــــ!

بھئی!

یہ صرف اسی لیے کہ ذکر برائے ذکر نہ ہو، بلکہ ذکر سے کچھ سمجھا جائے، میں نے حدیثِ کساء کو عنوان اس لیے بنایا ہے کہ ہم کیوں پیدا ہوئے ہیں؟ ہماری غرض و غایت کیا ہے؟ ہم سے اللہ کا مقصد کیا ہے؟ کن کی محبت میں یہ کائنات خلق ہوئی ہے؟ اور ان کے ہم سے تقاضے کیا ہیں؟

مولاؑ فرماتے ہیں: ''قسم ہے ربِ کعبہ کی! ہم بھی کامیاب ہیں اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں''۔

کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ محبّ اور شیعہ کا فرق بتا دیجیے؟

تو عزیزو ــــــ!

محبّ کہتے ہیں چاہنے والے کو، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چاہنے والا جس کو

چاہتا ہے اس کے کردار پہ بھی عمل کرے۔ یہ ضروری نہیں ہے اس کے اقوال پہ عمل بھی کرے۔ یہ ضروری نہیں ہے ویسا ہی بننا چاہے یہ ضروری نہیں ہے، مگر جو شیعہ ہوتا ہے اسے ویسا ہی بننا چاہیے جیسا جس سے محبت کرتا ہے، وہ چاہے۔

بھئی توجہ ہے ــــــ!

اسے شیعہ کہتے ہیں ــــــ! مولاؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم بھی کامیاب ہیں اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں"۔

إِذًا وَاللّٰهِ فُزْنَا وَسُعِدْنَا وَكَذٰلِكَ شِيْعَتُنَا فَازُوا وَسُعِدُوا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

"ربِ کعبہ کی قسم! ہم بھی کامیاب ہیں اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں"۔

دیکھیے ــــــ!

علیؑ کو چاہتے بہت لوگ ہیں، آپ کو بھی شیعہ بننا ہے، صرف چاہنے والا نہیں بننا، کیونکہ میرے مولاؑ نے چاہنے والوں کی ضمانت نہیں لی ہے، شیعہ کی ضمانت لی ہے۔ "بے شک ہم کامیاب ہیں"۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ علیؑ ناکام ہیں؟ دشمن تک نے تو کہا نہیں کہ علیؑ نے ناکام زندگی گزاری ہو، اور مولاؑ دعویٰ بھی کر رہے ہیں۔

فُزْنَا

"ہم کامیاب ہیں"۔

وَسُعِدْنَا

"اور ہم سعید ٹھہرے، کامیاب ٹھہرے"۔

كَذٰلِكَ

جس قدر کامیابی کا اور جس معیار کی کامیابی کا اعلان علیؑ نے اپنے لیے کیا ہے اسی معیار کی کامیابی کا اعلان کیا:

كَذٰلِكَ

"اور بالکل اسی طرح ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں"۔ (نعرۂ حیدری)

اور پھر شاید اس جملے کی آپ قیمت محسوس کریں کہ اتنا بڑا دعویٰ شیعوں کی کامیابی کے لیے کیا، کہ جیسے ہم کامیاب ہیں، ویسے ہی اسی معیار سے ہمارے شیعہ بھی کامیاب، اور پھر خدا کی قسم! میرے مولاؑ نے جو قسم کھائی ہے، وہ قسم بھی بڑی عجیب ہے، دو ہی تو جگہ پر ہے وہ قسم۔

وَ رَبِّ الْكَعْبَه

"ربِ کعبہ کی قسم کہ ہم کامیاب اور ہمارے شیعہ کامیاب"۔

یا مولا علیؑ نے یہاں ربِّ کعبہ کی قسم کھائی ہے، یا جب ضربت لگی ہے تو کہا ہے:

فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَه

"ربِ کعبہ کی قسم! علیؑ کامیاب ہو گیا"۔

ذکرِ مصائب!

بس عزیزو ــــــ!

گفتگو بھی تمام کر دی میں نے، ہاں! ایسے ہی شیعہ کو حسینؑ بھی کربلا سے آواز دے رہے ہیں۔

اے میرے شیعو! میرے چاہنے والو!

مولاؑ نے اس عالم میں بھی فراموش نہیں کیا، میرے شیعو! کاش! تم کربلا کے میدان میں ہوتے!

حسینؑ نے چراغ گل کر کے کہا: چلے جاؤ، مگر پھر بھی اپنے شیعوں کو فراموش نہیں کیا۔ ان کو یاد فرمایا۔ کہاں کہاں یاد فرمایا۔ اصغرؑ کا لاشہ لے کر یاد فرمایا، اکبرؑ کے سینے سے برچھی کا پھل نکالا تو یاد فرمایا، برابر کے بھائی عباسؑ کے بازو اُٹھائے تو یاد فرمایا۔

میرے چاہنے والو! کاش! تم بھی کربلا میں ہوتے تو تم دیکھتے۔

حسینؑ سب سے زیادہ تڑپے ہیں تو اصغرؑ کا لاشہ لے کر تڑپے ہیں۔ اس وقت بھی یاد کیا جب پانی مانگ رہے تھے۔ اس وقت بھی یاد کیا جب ننھا سا لاشہ لے کر خیموں کی طرف آ رہے تھے۔ حسینؑ خیموں کی طرف لاشۂ اصغرؑ لے جاتے ہیں اور پلٹ آتے ہیں۔

اکبرؑ کا لاشہ بھی حسینؑ لے کر ٹھہرے نہیں تھے، خیمے میں چلے گئے۔ ٹھوکریں کھاتے گئے مگر چلتے گئے، ٹھہرے نہیں، پلٹے نہیں۔

وہ علی اکبرؑ کہ جس کو دیکھنے کے بعد جناب لیلیٰؑ کے بال سفید ہو گئے، عونؑ و محمدؑ کو دیکھ کر نہ رونے والی زینبؑ جسے دیکھ تڑپ گئی مگر حسینؑ اکبرؑ کا لاشہ لے کر ٹھہرے نہیں، خیمے میں چلے گئے۔

میرے مولاؑ! یہ اصغرؑ کا لاشہ لے کر آپ پلٹ کر کیوں آ رہے ہیں؟ ایک بار نہیں حسینؑ نے سات بار کہا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

پالنے والے! مجھے منظور تو ہے ہر امتحان تیرا، مگر میں یہ لاشہ لے کر اس ربابؑ کے سامنے کیسے جاؤں؟ جسے میں پانی پلانے کے لیے لایا تھا۔

حسینؑ نے صبح سے شام تک، ہر ایک چاہنے والے کو مرنے کی اجازت دی تھی۔ جاؤ اپنی قربانی پیش کرو، مگر اصغرؑ کو مرنے کی اجازت ماں سے لے کر نہیں آئے

تھے، یہ کہہ کے لائے تھے کہ لاؤ میں پانی پلا دوں تا کہ تمہارے بیٹے کو تھوڑا پانی نصیب ہو جائے۔

ماں اسی انتظار میں تو ہوگی کہ اب میرا لعل آ رہا ہوگا، اس انتظار میں ربابؑ بیٹھی ہوگی کہ حسینؑ خیمے میں داخل ہوئے اور آواز دی: ربابؑ! لو اپنے لاڈلے کو لے جاؤ، ربابؑ آگے بڑھی اور اپنے ہاتھوں کو بڑھایا۔ حسینؑ نے عبا کا دامن ہٹایا، ربابؑ چونک کر پیچھے ہٹی۔

يَا بُنَيَّ اَمِثْلُكَ يُنْحَرُ

"اے میرے لعل! کیا تیرے جیسے بچے اُونٹ کی طرح ذبح کیے جاتے ہیں"۔

ارے ــــــ!

اصغرؑ کو تین پھل کا تیر مارا گیا تھا، اصغرؑ کو تین زخم برابر کے ایسے لگے تھے کہ لگتا تھا کہ اُونٹوں کی طرح ذبح کر دیا گیا۔

بس عزیزو ــــــ!

حسینؑ نے ماں کو دیدار کرا دیا، اور اس کے بعد اس ننھے سے لاشے کو بھی لے کر باہر آئے، اس کے بعد ذوالفقار سے ننھی سی تربت بنانے لگے اور اصغرؑ کو دفن کیا۔ حسینؑ نے زمینِ کربلا کے حوالے تو کر دیا، مگر جب سرہائے شہداء کے شمار کی باری آئی تو فضہؑ آواز دیتی ہے: ربابؑ!

اپنے کلیجے کو سنبھال لے کہ یزید کے سپاہی نیزے لے کر زمینِ کربلا کا کلیجہ چھلنی کر رہے ہیں، ایک لمحہ وہ بھی آیا کہ لاشۂ اصغرؑ زمینِ کربلا کے باہر، نوکِ نیزہ پر بلند تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس دہم

- سخاوت، کرم، اور فضل، یہ تین صفات ہیں، صفاتِ عطا۔
- ''پالنے والے! بس یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں''۔
- حدیث کساء کا فائدہ اسی کو ہوگا، جو میرا محبّ ہی نہیں، میرا شیعہ بھی ہو۔
- ''ہم سے محبت بھی کرنے والا ہو اور میرا اپنا بھی ہو''۔
- جو جس کا شیعہ ہوتا ہے، مدد کے لیے اسی کو بلاتا ہے۔
- ''یہ موسیٰؑ کا شیعہ ہے اور یہ موسیٰؑ کا دشمن ہے''۔
- ''جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ شہید ہے''۔
- شیعہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، شیعہ اسے کہتے ہیں جسے حسینؑ سلام کہلائے۔
- کاش تم کربلا کے میدان میں ہوتے تو دیکھتے کہ تمہارا امامؑ کس طرح ایک چُلّو پانی کا مطالبہ کررہا ہے۔
- مولاؑ! اب نہ روییے، اب دیکھا نہیں جاتا
- کیسے نہ روؤں کہ جس نے اپنے بابا کا بے گور وکفن لاشہ دیکھا ہو، کوفہ سے شام، ماؤں بہنوں کے ساتھ۔

مجلسِ دہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۝ (سورۂ احزاب، آیہ ۳۳)

عزیزانِ محترم!

آیۂ تطہیر کے عنوان سے، حدیثِ کساء، منظر اور پس منظر کے موضوع پر میں آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ میں بھی اپنی گفتگو کا آغاز اسی دعا سے کرنا چاہتا ہوں:

"پالنے والے! جو بانیانِ عزاخانہ ہیں انھیں صحت و سلامتی عطا فرما اور جو سامعین میں سے مسلسل تشریف لے آئے انھیں بھی صحت و سلامتی عطا فرما"۔

عزیزو ــــــ!

یقیناً بانیانِ عزا کی یہ خدمت، شہزادی نے قبول کر لی اور اس کی قبولیت کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر شہزادی کی بارگاہ میں یہ خدمت قبول نہ ہوتی۔ ایک تو عزا ہو اور قبول نہ ہو، یہ تو ممکن ہی نہیں ہے، مگر قبولیت کا اثر یوں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر یہ خدمت قبول نہ ہو رہی ہوتی تو وہ رونق دس دن اس عزاخانے میں تھی وہ نہ ہوتی۔ یہ رونق عزا کی اور یہ شرکت سامعین کی، یہ بھی ایک دلیلِ اثر قبولیت ہے۔

عزیزو.......!

میں نے حدیث کساء کے حوالے سے یہ جو گفتگو آپ کی خدماتِ عالیہ میں کیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ حدیثِ کساء کی قدر و منزلت کو گھٹانے پر لگے ہوئے ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں یا میری کاوش ہے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہمارے بچے اور نوجوانوں کے ذہن میں، اس کی حقیقی منزلت رہے، تا کہ آنے والی غلط اور احمقانہ باتوں کا اثر قبول نہ کریں۔

اور دوسری وجہ یہ بھی کہ حدیث کساء، عموماً لوگ پڑھتے ہیں، لیکن اس کے ترجے پر اسی طرح غور نہیں کرتے جیسے آیاتِ قرآنی پہ غور نہیں کیا جاتا، یہ جانتے ہوئے کہ اس میں اثر و ثواب ہے، اس کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے رہتے ہیں اور وہ شرف ملتا ہے، وہ فائدہ ملتا ہے، وہ جزا ملتی ہے، لیکن پڑھنے والی چیز کو صحیح طرح سمجھ لیا جائے تو اس کا اثر بھی بڑھ جاتا ہے اور ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔

تو ہم نے کہا کہ اس تناظر میں بھی بات ہمارے بھائیوں کے ذہنوں میں پڑی ہے۔

میں نے حدیث کساء کی گفتگو، اس کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں تک بات کر لی تھی۔ جو منزلِ اختتام میں تھی۔ آج صرف دو ایک لفظ سے گفتگو کرنا چاہوں گا، اس بات کے ساتھ کہ میں نے ابھی اس کا حق ادا نہیں کیا۔ جانے اس میں کتنے اور رموز پوشیدہ ہوں گے، لیکن جہاں تک میری فکر کی رسائی تھی میں نے آپ کی خدمت کی۔

تو پروردگارِ عالم نے جب فخر و مباہات کر لیا، آلِ محمدؐ کا تعارف، عالمِ انوار میں کرا لیا، تو جبرئیل کو آیۂ تطہیر دے کر بھیجا کہ جاؤ اور یہ آیت میرے حبیبؐ کے حوالے کر دو۔ جنابِ جبرئیلؑ تشریف لے آئے، تو اس احتیاط کے ساتھ کہ صاحبانِ

تطہیر کا، جو دائرۂ اہلِ بیتؑ ہے، اس میں کوئی شرکت غیر نہ ہونے پائے۔ اس لیے یہ آیت چادر کے باہر نہیں سنائی۔ بلکہ پہلے چادر میں آنے کی اجازت طلب کی۔

اور جب چادر میں جنابِ جبرئیلؑ بھی داخل ہو گئے تب یہ آیت رسولؐ کے حوالے کی۔

دیکھئے ــــــ!

سلام پہلے کر لیا، فضائل پہلے بیان کر دیے، تعارف جو کرایا اللہ نے وہ بھی باہر چادر کے ہی ذکر کیا۔ لیکن جب آیت دی ہے تو وہ چادر کے اندر جانے کے بعد، تاکہ کوئی تطہیر میں شرکت غیر نہ ہونے پائے۔ اور جب آیت حوالے کی، تب مولائے کائناتؑ نے پوچھا:

اَخْبِرْ مَا لِجُلُوْسِنَا هٰذَا تَحْتَ الْكِسَاءِ مِنَ الْفَضْلِ عِنْدَ اللّٰهِ

"اے اللہ کے رسولؐ! یہ بتایئے کہ ہم جو جمع ہوئے ہیں، اس جمع ہونے کا کیا فائدہ فضلِ الٰہی سے ہے"۔

بھئی دیکھئے ــــــ!

یہ توجہ کی منزل ہے، فضلِ الٰہی سے کیا فائدہ ہے، تو عزیزو!

ایک چیز ہوتی ہے کرم، فضل کے ساتھ ہی کرم بولا جاتا ہے، فضل و کرم اور ایک شے ہے فضل، اب کرم کو سمجھنے کے لیے ایک لفظ اور بولا جاتا ہے وہ ہے سخاوت۔

سخاوت، کرم، اور فضل، یہ تین صفات ہیں، صفاتِ عطا۔

جو مانگنے پر دے اسے کہتے ہیں سخی، جو بن مانگے عطا کر دے اسے کہتے ہیں کریم۔

اس لیے حاتم کچھ بھی تھا، سخی تھا، کریم نہیں تھا اور مشہور بھی سخی ہی ہوا۔ اس لیے کہ اس نے دیا تو چالیس دروازوں سے مگر مانگنے پہ دیا۔

بھئی توجہ۔۔۔۔!

ایک نہیں، چالیس دروازوں سے دیا، مگر جب دیا مانگنے پہ دیا، اور نبیؐ و آلِ نبیؐ، سخی نہیں کہلائے، جب بھی کہلائے کریم ابن کریم کہلائے کیونکہ انہوں نے جب دیا بن مانگے دیا۔۔۔۔ (نعرۂ حیدری)

اب کرم اور فضل میں فرق سماعت کرلیں۔

توجہ۔۔۔۔!

کرم کہتے ہیں، بن مانگے عطا کرنا، مگر ضرورت دیکھ کر، فضل کہتے ہیں ضرورت سے زیادہ عطا کو، اتنی مجھے حاجت ہو کہ نہ ہو، اور وہ عطا کریں، اس لیے قدرت نے دعویٰ کیا ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے"۔

اور پھر عطا کو بھی کہا:

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

"جب وہ عطا کرتا ہے تو پھر اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا"۔

اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

"کوئی حد نہیں ہے کہ وہ کتنا دے گا"۔

تو یہ اس کی عطا ہے، جو منزل فضل میں ہے۔

توجہ ہے۔۔۔۔!

اب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے مولاؑ پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہؐ!

اَخْبِرْنِي مَا لِجُلُوسِنَا هٰذَا تَحْتَ الْكِسَاءِ

یہ بتایئے یارسول اللہؐ! اللہ کے فضل سے کیا ملے گا؟

مطالبہ کرم کا نہیں ہے کہ جو ضرورت دیکھ کے ملے۔ (صلوٰۃ)

مطالبہ فضل خداوندی سے ہے: نبیؐ نے دو قسمیں کھائیں۔

وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالْحَقِّ نَبِیًّا وَاصْطَفَانِی بِالرِّسَالَةِ نَجِیًّا

''قسم ہے، اس اللہ کی، جس نے مجھے نبیؐ بنایا حق پر''۔

یعنی جب میں نبیؐ حق ہوں تو کوئی ناحق بات نہیں کہوں گا، حق کی بات کہوں گا، جو اُدھر سے عطا ہوگی وہی کہوں گا اور پھر دوسرا فقرہ، کہ ''اور مصطفیٰ بنایا''۔

یعنی منتخب کیا، کاہے کے لیے؟ رسالت کے لیے: ''اور ہمیں منتخب کیا رسالت کے لیے''۔

اور ایسی رسالت کے لیے، کہ اپنا راز دار بنایا۔

بھئی ـــــ!

رسولؐ تو اور بھی تھے مگر راز دار خدا سب نہ تھے، ہمیں منتخب کیا رسالت کے لیے، کہ اپنا راز دار بنایا، اب وہ راز کی بات نبیؐ ارشاد فرماتے ہیں:

اے علیؑ!

مَا ذُكِرَ خَبَرُنَا هٰذَا فِی مَحفَلٍ مِّنْ مَحَافِلِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَفِیْهِ جَمْعٌ مِنْ شِیْعَتِنَا وَمُحِبِّیْنَا اِلَّا وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ الرَّحمَةُ وَحَفَّت بِهِمُ المَلَائِكَةُ وَاستَغْفَرَتْ لَهُمْ اِلٰی اَنْ یَّتَفَرَّقُوْا

''ہمارے یہاں جمع ہونے کا فضل یہ ہے کہ یہ بات جہاں بھی بیان ہوگی، اہل ارض کی کسی بھی محفل، کسی بھی اجتماع، کسی بھی جگہ پر، جہاں بھی یہ بات بیان ہوگی، اللہ فرشتوں کو نازل کرے گا، اور فرشتے، ملائکہ، ملائکۂ رحمت اس جگہ کو گھیر لیں گے، تاکہ

نزولِ رحمت ہو"۔

ایک فائدہ، نزولِ رحمت ہو، دوسرا فائدہ کہ وہ فرشتے ان جمع لوگوں کے لیے، اس وقت تک استغفار کرتے رہیں گے، جب تک ایک ایک فرد وہاں سے چلا نہ جائے۔ (صلواۃ)

تو بس ــــ!

آپ سمجھ لیں کہ اگر دس آدمی بیٹھے ہیں حدیث کساء میں، نو اُٹھ کے چلے گئے، ایک بھی اس مقامِ رحمت پہ بیٹھا ہے۔

بھئی توجہ ہے ــــ!

جس طرح اللہ کے رسولؐ نے، اہلِ بیتؑ کے لیے کساء کو گھیر لیا۔

شاہ جی!

یہ جملہ مَیں نے پڑھا تھا کہ نہیں پڑھا تھا کہ جب اہلِ بیتؑ چادر میں داخل ہو گئے تو رسولؐ نے کساء کے دونوں کونے مضبوطی سے پکڑ لیے اور پھر ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِی

"پالنے والے! بس یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں"۔

تو اہلِ بیتؑ کا تذکرہ بھی جہاں ہوتا ہے، فرشتے بھی ایک دائرۂ رحمت بنا دیتے ہیں۔ (صلواۃ)

تو اب دس میں سے نو چلے گئے، اگر ایک بھی اس دائرۂ رحمت میں بیٹھا ہے اور استغفار ان کے لیے بھی جاری ہے جو گھر جا چکے۔ (صلواۃ)

ان کے لیے بھی استغفار جاری ہے کہ جو گھر جا چکے، کیونکہ یہ استغفار ان کے لیے ہے جو اس ذکرِ کساء میں شامل تھے، کیوں ہیں؟ اس لیے ہیں کہ حدیث کساء میں غرض تخلیق بیان کی گئی ہے، غایتِ تخلیق بیان کی گئی ہے۔

حدیث کساء میں معرفتِ رب بیان کی گئی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اسے انسان محسوس کرے، اور پھر وہی قسم دہراتے ہیں کہ "ہماری نبوت کی قسم، اور ہماری ایسی رسالت کی قسم کہ جو رازدار مشیت ہے کہ جہاں بھی حدیث کساء پڑھی جائے گی، وہاں اس کے سننے والوں میں جو بھی رنجیدہ ہوگا، اللہ اس کے رنج کو دُور کرے گا، جو بھی غم زدہ ہوگا اللہ اس کے غم کو دُور کرے گا"۔

رنج و غم کا فرق سمجھتے ہیں؟ رنج اسے کہتے ہیں کہ جس امکانی تکلیف کو انسان دیکھ رہا ہو اور تکلیف اٹھائے، اسے رنج کہتے ہیں۔ اور جب اس امکان تکلیف کا مرحلہ گزر جائے، اس کا اثر جو مرتب ہو، اسے غم کہتے ہیں۔

توجہ ہے ــــــ!

اب آپ محسوس کریں کہ رسولؐ فرما رہے ہیں: "نہ رنج ہوگا، نہ غم ہوگا"۔

وَلَاطَالِبُ حَاجَةٍ اِلَّا وَقَضَى اللّٰهُ حَاجَتَهٗ

"اور کوئی ایک ایسی حاجت نہیں ہوگی کسی صاحبِ حاجت کی کہ جو اس حدیث کساء کے پڑھنے سے پوری نہ ہو جائے"۔

تو جب بھی حدیث کساء پڑھے، سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے، اس یقین کا ہونا جس سے عطا متوجہ ہوتی ہے، اس یقین کا ہونا جس سے عطا متوجہ ہوتی ہے۔ جس سے اثر مرتب ہوتا ہے۔ پڑھیے یقین کے ساتھ کہ ہم یہ پڑھ رہے ہیں۔ ہماری اس حاجت کو پورا ہونا ہے، کیسے نہیں ہوگی، بالکل ہوگی، کیونکہ اس میں واسطہ ہے آلِ محمدؐ کا، ذکر ہے آلِ محمدؐ کا۔

اور یہ دونوں باتیں ایک شرط کے ساتھ کہی گئی ہیں کہ اس حدیث کساء کا فائدہ اسی کو ہوگا، جو میرا محب ہی نہیں، میرا شیعہ بھی ہو۔

توجہ ہے ــــــ!

شِيْعَتُنَا وَمُحِبِّيْنَا

"ہم سے محبت بھی کرنے والا ہو اور میرا اپنا بھی ہو"۔

دونوں میں فرق ہے، ضروری نہیں ہے کہ محبت کرنے والا ہو اور میرا اپنا بھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ غیر کی پارٹی کا بھی ہو اور ہمیں چاہتا ہو۔ ایسی بہت سی مثالیں ہوسکتی ہیں۔

اور اگر اس کو سیاسی نکتۂ نظر سے دیکھیں تو ایسا ہی آپ کو منظر مل جائے گا کہ ہے دوسری پارٹی کا، مگر چاہتا کسی اور پارٹی کے سربراہ کو ہے۔

تو محبّ بھی ہو اور میرا اپنا بھی ہو۔

توجہ ہے ــــــ!

اب اپنا ہونے کی بھی شرط سماعت کرلیں، قرآن میں لفظ شیعہ کا ذکر ہے اور اوصافِ شیعہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔

میں یہاں سے ہی گفتگو شروع کرلوں کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کا شیعہ کہا گیا، اور قبطی کو دشمن کہا گیا۔

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَمِنْ عَدُوِّهٖ

یہ ہے سورۂ قصص، قرآن نے کہا: "یہ جو ہے میرا شیعہ ہے، اور یہ میرا دشمن ہے"۔

ایک بنی اسرائیل یعنی حضرت موسیٰؑ والا اور ایک فرعونی دونوں لڑ رہے تھے۔

توجہ ــــــ!

دونوں لڑ رہے تھے اور جنابِ موسیٰؑ اسی وقت شب کی تاریکی میں داخل ہوئے تھے۔ اس علاقے میں تو انھوں نے جب لڑتے ہوئے دیکھا اور اس نے بھی دیکھا جو بنی اسرائیل تھا، اس نے آواز دی:

یا موسیٰ! مجھے بچاؤ۔

یہاں پر قرآن نے یہ لفظ اختیار کیا کہ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ "یہ حضرت موسیٰؑ کا شیعہ تھا"۔

ایک بات سمجھ میں آئی کہ جو جس کا شیعہ ہوتا ہے، مدد کے لیے اسی کو بلاتا ہے۔(نعرۂ حیدری)

بھئی____!

بہت بڑا فلسفہ ہے، جو جس کا شیعہ ہوتا ہے وہ مدد کے لیے اسی کو بلاتا ہے۔

بھئی____!

یہ بڑا اہم لفظ ہے، کسی کا ایمان پہچاننے کے لیے، یہ بڑی اہم منزل ہے، کسی کا ایمان پہچاننے کے لیے، ایسے فلسفے میں چاہے جو بیان کرتا ہو، تقریر میں چاہے جتنا کھول کر بولتا ہو، یہ دیکھئے کہ منزلِ خوف میں پکارتا کسے ہے؟ (نعرۂ حیدری)

وہی کھل جائے گا کہ یہ شیعہ کس کا ہے، وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ

لڑائی کس سے ہو رہی تھی۔ بنی اسرائیل سے اور قبطی سے، جنابِ موسیٰؑ کی اپنی لڑائی تو نہیں تھی مگر قرآن نے کیا کہا؟

"یہ موسیٰؑ کا شیعہ ہے اور یہ موسیٰؑ کا دشمن ہے"۔

دشمن تو شیعہ کا تھا، تو معلوم یہ ہوا کہ شیعہ کا دشمن مرکز کا دشمن ہوتا ہے، شیعہ کا دشمن نہیں ہوتا۔ (صلوٰۃ)

تو جو شیعانِ علیؑ کا دشمن ہے، دراصل وہ علیؑ کا دشمن ہے، جو شیعانِ حسینؑ کا دشمن ہے دراصل وہ حسینؑ کا دشمن ہے۔

اور دیکھئے____!

اس میں لفظ کیا مولاؑ نے کہا ہے:

وَاللّٰهِ فُزْنَا وَسُعِدْنَا وَ كَذٰلِكَ شِيْعَتُنَا

شِيْعَتُنَا ہے شِيْعَتِي نہیں ہے۔

'ہم سب کا شیعہ'۔

یعنی جو علیؑ کا شیعہ ہے سب معصوموںؑ کا شیعہ ہے۔

ایک تو یہ منزل ہوگئی۔ اب ایک احتیاط بھی ہے، وہ بھی یہیں بیان ہے، مدد کے لیے بلایا اور جنابِ موسیٰؑ نے مدد کی اور دشمن کو ایک گھونسہ مارا تھا۔ مگر اسی میں وہ تمام ہوگیا، تو اس میں کوئی ضروری نہیں ہے کہ گھونسہ ہی تیز مارا ہو۔

دوسرے دن وہ پھر لڑنے لگا، لیکن یہی احتیاط ہے، یہیں سے اپنے کو پہچاننا، ایک دن جھگڑا ہوا تھا، اور جھگڑا بھی معمولی ہی تھا، کوئی بڑا نہیں تھا تو جنابِ موسیٰؑ نے مدد کردی، جب مدد کردی، دوسرے دن پھر جھگڑنے لگا وہ کسی دوسرے سے تو جنابِ موسیٰؑ نے کہا:

"تو ہے خراب آدمی اور میں اب تیری مدد نہ کروں گا کیونکہ تیری عادت جھگڑا کرنا ہوگئی ہے"۔

اس احتیاط کو پہچان لیجیے، شیعہ وہی ہے علیؑ کا بھی، جو ضرورت پر پکارے، شرارت نہ کرے۔

بھئی ـــــ!

ضرورت اور ہے، شرارت اور ہے۔

بس ـــــ!

یہی ہے احتیاط کی منزل، جنابِ موسیٰؑ نے کہا:

"تو آدمی بڑا خراب ہے، ایسا نہ ہو کہ مولاؑ کی مدد سے، انسان ہٹ دھرم بن جائے"۔

ذکرِ مصائب

اگر شیعہ کو سمجھنا ہے تو کربلا سے سمجھو۔

بس ــــ!

وقت تمام ہوا چاہتا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ پیدائشی ہو تبھی شیعہ ہے۔ چشم زدن میں شیعہ بنتا ہے، اور خارج بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے حدیث میں ایک ٹیکنیکل سی بات ہے۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَرْحُوْمًا

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا

یہ سب حدیث ہے رسولؐ کی۔

"جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ شہید ہے ــــ

جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ مرحوم ــــ

جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ مغفور"۔

اس لیے ہم اپنے مرحوم کو مرحوم کہتے ہیں، یعنی جس پر رحمت نازل کی گئی، رحمت نازل اسی پہ کی جائے گی کہ جو بے گناہ ہو، اور مغفور اس لیے کہتے ہیں کہ ہم نے اسے محبتِ اہلِ بیتؑ کرتے دیکھا ہے۔

بس عزیزو ــــ!

گفتگو تمام کر دی، شیعہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، شیعہ اسے کہتے ہیں جسے حسینؑ سلام کہلائے۔

سید سجادؑ! آنکھیں کھولو۔ سید سجادؑ نے آنکھیں کھولیں، پھوپھی اماں! کون

ہیں میرے پاس؟

کہا: میرے لعل! میں تمہارا بابا ہوں۔

اب اس کے بعد امامؑ نے کچھ پوچھا نہیں، سمجھ گئے کہ جس کا برابر کا بھائی زندہ ہو، وہ ایسا نہیں ہوتا۔

پوچھا: علی اکبرؑ کہاں ہے؟ چچا عباسؑ کہاں ہیں؟

بیٹا! سب شہید ہو گئے۔ بس یہ سمجھ لو تم ہو اور ہم ہیں۔

کہا: پھوپھی اماں! میرا عصا لائیے گا۔

کہا: نہیں میرے لعل! تمہیں جہاد نہیں کرنا ہے، تم امینِ امامت ہو، امینِ رموزِ الٰہی بھی ہے اور تمہیں میرے شیعوں کے پاس میرا اسلام پہنچانا ہے۔

سید سجادؑ! مدینے جانا تو میرے شیعوں کو میرا اسلام کہنا۔

یہ ہے میرے مولاؑ کا شیعہ۔

اے میرے شیعو! کاش تم کربلا کے میدان میں ہوتے تو دیکھتے کہ تمہارا امامؑ کس طرح ایک چلّو پانی کا مطالبہ کر رہا ہے۔

اور جب کسی چاہنے والے نے تڑپ کے کہا: مولاؑ! اب نہ روئیے، اب دیکھا نہیں جاتا، تو کہا: ارے! کیسے نہ روؤں کہ جس نے اپنے بابا کا بے گور و کفن لاشہ دیکھا ہو، کوفہ سے شام، ماؤں بہنوں کے ساتھ۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ